digest library.com

www.paksociety.com

امیدِ سحر

سندس جبیں

سنہری صبح بھیگ رہی تھی جب اس کی آنکھ کھلی، اس نے فوراً سے بستر چھوڑ دیا، آج تو دوبارہ نیند آنے کا سوال ہی نہ تھا، آج اس کا یونیورسٹی میں آخری دن تھا، آج کے دن کا رنگ ہی انوکھا تھا، آج کی تیاری سب سے بڑھ کے تھی، اس نے جینز کے اوپر ڈیزائنر کرتا پہنا اور گلے میں اسکارف ڈال کر بالوں کو یونہی کھلا چھوڑ دیا، کانوں میں مما کے لائے ٹاپس پہنے جن میں زمرد جڑے تھے اور وہ اس کے گول چہرے پر جچ کر اسے مزید چمکا گئے۔

اس نے موبائل سائیڈ ٹیبل سے اٹھایا اور ہینڈ بیگ تھامتی باہر بھاگ گئی، اسے آج کسی صورت لیٹ نہیں ہونا تھا، کیسی شاندار زندگی تھی، ان کی یہ یونیورسٹی کی شاندار زندگی اور اس سے

Digest Novels Lovers Group ❤❤

ناولٹ

جڑی بے پناہ یادیں۔

وہ سنیعہ مبشر، بی ایس سی ایس کی اسٹوڈنٹ ان کا پانچ لوگوں کا گروپ تھا۔

سنیعہ مبشر! ایک مضبوط اعصاب کی مالک اور لائق اسٹوڈنٹ گھر بھر کی لاڈلی اور ضدی۔

سعد میر! خوبصورت ذہین اور کسی حد تک بگڑا امیر زادہ، اس میں اور سنیعہ میں صرف ایک چیز یکساں تھی، دونوں کی ضد، ورنہ وہ کم گو تھی جبکہ سعد بے تحاشا بولنے والا، وہ دلیل کے بحث کرتی جبکہ سعد بحث برائے بحث میں سب کو پیچھے چھوڑ دیتا تھا۔

اس کے بعد حبیب عارف تھا، قدرے صحت مند اور بے حد جاندار حس مزاح رکھنے والا، میر کی سب سے زیادہ انڈر اسٹینڈنگ حبیب سے تھی، اس کے بعد دانیال نواز تھا، ان کے گروپ کا سب سے خاموش ممبر اور اتنا ہی جینئس اور سب سے آخری نمبر پہ وشمہ کریم تھی۔

سب سے اسٹائلش اور کیوٹ سی وشمہ جس

WWW.PAKSOCIETY.COM

پیچھے آدھی یونیورسٹی جھک مارنے کو تیار رہتی تھی اور وہ خود حبیب عارف کے پیچھے جھک مار رہی تھی، میر اس کا مذاق اڑانے کا کوئی موقع نہیں ضائع کرتا تھا۔

سعد، میر وہ اکڑو اور مغرور انسان تھا، جسے یونی کی کوئی لڑکی اپنے اسٹینڈرڈ کی نہیں لگتی تھی، وہ اچھا خاصا ہینڈسم اور گریس فل تھا اور لڑکیاں بھی اسے پسند کرتی تھیں مگر آگے بڑھنے کی اجازت وہ نہیں دیتا تھا۔

سنیعہ کی کالج کے زمانے سے ہی منگنی ہو چکی تھی، اس کا منگیتر شاہ زیب فرانس ہوتا تھا اس لئے اپنے آپ کو ان تمام لغویات سے اپنے تئیں محفوظ سمجھنے والی سنیعہ کو اس دن مین کا انتظار تھا، جو فرانس میں اس کے لئے بینک بیلنس بنا رہا تھا، اس پر بھی میر اس کا مذاق اڑایا کرتا تھا کہ سنیعہ ایسے منگیتر کی مالک تھی، جو اپنی منگیتر کو یوں بھولا ہوا تھا جیسے لوگ گناہ کر کے بھول جاتے ہیں، دانیال کی کم گوئی بھی میر کا نشانہ بنتی رہتی تھی، وہ کسی کو بھی بخشنے کا قائل نہ تھا۔

ہنگاموں سے بھرے چار سال آج ختم ہو رہے تھے، اگلے ماہ سعد میر کو اپنے بابا کی سیالکوٹ والی فرم جوائن کرنا تھی، حبیب سعودی عرب جا رہا تھا، دانیال جاب ڈھونڈ رہا تھا اور سنیعہ مبشر کی شادی تھی۔

کتنی عجیب سی بات تھی وہ ایک ہاتھ کی پانچ انگلیوں کے جیسے پانچ دوست الگ ہو رہے تھے، ان سب کی زندگیاں مکمل طور پر بدلنے والی تھیں، ان کی دلچسپیاں، مشاغل اور ترجیحات کا دائرہ بدلنے والا تھا۔

شاہ زیب پاکستان آ چکا تھا، شادی کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی، وہ خود وشمہ کے ساتھ ہر وقت شاپنگ کرتی پائی جاتی، اگر کبھی غلطی سے میر کا میسج آ جاتا تو وہ ریپلائے اتنا لیٹ کرتی وہ جل جاتا، ساتھ ہی طنز کرتا۔

”تم جیسی لڑکیوں کی وجہ سے مارکیٹ چلتی ہے۔“ تم جیسی سے مراد بے وقوف، فضول خرچ اور عقل سے پیدل ہونا تھا۔

جواباً وہ بس ہنسے جاتی، وہ خوش تھی، بے حد خوش، اس کی زندگی بڑی سیدھی سادی سی گزری تھی جس میں شاہ زیب کے علاوہ کسی مرد کا تصور نہ تھا، باقی رہے میر، حبیب اور دانیال، تو وہ صرف دوست تھے، یونو جسٹ فرینڈز۔

digest-library.com

☆☆☆

آج وہ ان سب کو شادی کا کارڈ دینے آئی تھی، فرداً فرداً گھر جانے کی بجائے اس نے سب کو لنچ پر انوائٹ کر لیا تھا، جہاں وہ سب اکٹھے تھے، سب ویسے ہی تھے، حبیب کی اگلے ہفتے فلائٹ تھی، وشمہ اس کے جانے کے غم میں اداس نظر آتی تھی، دانیال کو اسلام آباد جاب مل گئی تھی اور اگلے ماہ سے جوائننگ دے رہا تھا، مگر سعد میر ویسا نہیں رہا تھا، وہ عجیب ہو گیا تھا، اس کے چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی تھی جو اس کے چہرے کا حصہ نہ ہونے کی وجہ سے بالکل سوٹ نہیں کر رہی تھی اور سب سے بڑی بات کہ اس کی بڑی بڑی بھوری آنکھوں کے نیچے ڈارک سرکلز نظر آ رہے تھے۔

سب ہی میر کو دیکھ کر حیران تھے مگر سنیعہ زیادہ ہی حیران تھی، اس کے لئے ہنستے مسکراتے چہرے کی بجائے اس سنجیدگی اور افسردگی کی لپیٹ میں آئے چہرے کو دیکھنا زیادہ مشکل تھا، وہ بار بار استفسار کر رہی تھی مگر وہ ٹال گیا اور وہ جب اس نے حبیب سے پوچھا تو وہ جو خود کو میر کا یار غار کہا کرتا تھا وہ بھی نظریں چرا گیا، سنیعہ کے لئے یہ بات خاصی الجھن بھری تھی مگر وہ ان سب سے

شادی پر آنے کا وعدہ لے کر گھر چلی آئی، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میر کو کیا پریشانی تھی، بھلا کوئی ایسی چیز تھی جو اسے پریشان کر پاتی وہ تو پریشانی کے سلوشن نکالنے والا بندہ تھا کبھی بھی کسی بات کو خود پر سوار نہ کرتا تھا، پھر اب نجانے ایسا کیا ہوا تھا۔

مگر اسے زیادہ سوچنے کا موقع نہ ملا کیونکہ اگلے ہفتے اس کی شادی کی تقریبات شروع ہو گئیں۔

وشمہ مہندی کے روز اس کی طرف رک گئی تھی، اپنی نگرانی میں اسے مہندی لگوائی گئی، رات دیر تک وہ سب جاگتے رہے، اگلی صبح بہت دیر سے جاگے تھے، مگر چونکہ فنکشن رات کا تھا اس لئے کوئی فکر نہ تھی، گھر بھر میں مہمانوں کا انبار تھا، ہر طرف آوازیں ایسے میں کزنز کی باتیں ہنس ہنس کر اس کی پسلیاں دکھ رہی تھیں۔

بہت دفعہ انسان کو احساس نہیں ہوتا کہ ہنسنا بھی دھیان سے چاہیے، بے جا ہنسنا صرف دل کو مردہ ہی نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات مستقبل کی ساری ہنسی بھی چھین لیتا ہے، بالکل ویسے ہی جیسے رزق بھی انسان اپنے حصے کا ہی کھا سکتا ہے اسی طرح غم اور خوشیاں بھی شائد گنے چنے ہوتے ہیں اور انسان کس قدر بے خبر ہے۔

اس نے بے تابی سے گھڑی دیکھی، بارات کو آئے گھنٹہ بھر ہو چکا تھا، مگر ابھی تک نکاح خواں، نکاح شروع کیوں نہیں کر رہا تھا، وہ برائیڈل روم میں وشمہ، کزنز اور کچھ دیگر فرینڈز اور کلاس فیلوز کے ساتھ بیٹھی تھی، سب ہنسی مذاق کر رہی تھیں، پر نجانے کیوں اس کے دل کو عجیب سی بے چینی لگی ہوئی تھی، یکا یک باہر ایک عجیب سا شور اٹھا، بھاگتے دوڑتے قدموں کی آواز اور پھر دھاڑ کی آواز سے دروازہ کھلا اور ایک دراز قامت شخص اندر آیا، جس کے چہرے پر وحشت اور جس کی آنکھوں میں لالی تھی اور وہ سیاہ رنگ کا ایک پسٹل لہرا رہا تھا۔

''جو جہاں ہے وہی بیٹھا رہے گا، خبر دار کوئی اپنی جگہ سے ہلا تو۔'' وہ بلند آواز میں دھاڑا تھا۔

سنیعہ فق رنگ کے ساتھ اسے دیکھتی جا رہی تھی، یہ سب کیا ہو رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی اور پھر اس نے نکاح خواں کو اندر آتے دیکھا۔

عجیب سی افراتفری تھی باہر اور پھر ایک فائر کیا گیا، آوازیں چیخیں اور پھر یکلخت خاموشی چھا گئی، اس فائر نے جیسے چابی سے چلتے کھلونوں کو جام کر دیا تھا، اگلے ہی لمحے اس سے حبیب کو اندر آتے دیکھا، وہ بھی ایک خوفناک پسٹل تھامے ہوئے تھا، اس نے آتے ہی نکاح خواں کو دھکا دے کر آگے کیا۔

''انتظار کس چیز کا ہے، نکاح شروع کروایئے۔'' اس کے لہجے میں درشتی اور سختی تھی، نکاح خواں اڑے حواسوں کے ساتھ آگے بڑھے اور اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئے جو غالباً اسی مقصد کے لئے خالی رکھی گئی تھی، کانپتے ہاتھوں کے ساتھ وہ اپنے صفحات الٹ پلٹ رہے تھے، پھر وہ زیر لب کچھ پڑھنے لگے اور اس سے مخاطب ہوئے۔

''سنیعہ بنت مبشر علی کیا آپ کو سعد میر ولد محمد حسن میر بعوض سکہ رائج الوقت پانچ لاکھ روپیہ، اپنے نکاح میں قبول ہیں؟''

''قبول ہیں؟'' وہ پھر سے پوچھ رہے تھے اور سنیعہ کا ذہن جیسے فریز ہو چکا تھا، اس کا ذہن یہ الفاظ سن رہا تھا مگر سمجھ نہیں رہا تھا، وہ پتھرائی ہوئی نظروں سے سامنے کھڑے سعد میر کو دیکھتی جا رہی تھی، مگر وہاں کوئی اور تھا جو اس کی جنگ لڑ سکتا تھا، تڑپ کر سامنے آنے والی یہ ہستی وشمہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

کریم کی تھی۔

☆☆☆

''شٹ اپ، پاگل ہو گئے ہو تم دونوں کیا ہو رہا ہے یہ؟'' وہ چلا کر پوچھ رہی تھی، میر نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی مگر حبیب تیزی سے آگے آیا، اس نے گن والا ہاتھ سیدھا کیا اور سرد لہجے میں وارننگ دی تھی۔

''اس معاملے سے دور رہو دشمہ۔''

''تم یہ ظلم نہیں کر سکتے، یہ دھوکہ نہیں دے سکتے، یہ جرم ہے۔'' وہ سرخ رنگت کے ساتھ مزید بلند آواز میں چلائی تھی، حبیب کے چہرے پر سرخی ابھری اس نے ضبط نہ کیا اور اس نے الٹے ہاتھ کا بھرپور تھپڑ دشمہ کو مارا، وہ لڑکھڑا کر چیختی ہوئی ایک طرف گر گئی۔

''آپ کو کس چیز کا انتظار ہے مولوی صاحب، نکاح شروع کیجیے۔'' وہ تحکمانہ انداز میں بولا تھا۔

مولوی صاحب ہڑبڑا کر پھر سے سطریں دہرانے لگے، وہ اسی طرح ساکت تھی، وہ اس سے اقرار چاہ رہے تھے، پھر حبیب نے مولوی صاحب کو اشارہ کیا کہ وہ اقرار کو چھوڑیں اور سائن کروائیں، مگر وہ حواسوں میں ہوتی تو کچھ کرتی وہ اسی طرح بے جان ٹانگوں کے ساتھ بیٹھی رہی جب اس نے میر کو اپنے ساتھ بیٹھتے دیکھا، اس کے اندر لمحہ بھر کو ہلچل مچی، اس نے سنیعہ کا ہاتھ پکڑ کر قلم اسے تھمایا اور بہت آہستگی سے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

''سائن کرو سنیعہ۔'' اور سنیعہ نے دیکھا اس کی آنکھوں میں ایسی درندگی اور وحشت تھی کہ لمحہ بھر کو بھی وہ اگر دیر کرتی تو لامحالہ میر نجانے کیا قدم اٹھاتا، اس نے جیسے آنے والے وقت کی تباہی دیکھی اور اپنی ذات کی کرچیاں دیکھیں اور پھر خاموشی سے دستخط کرتی گئی، اس کے بعد میر کے سائن کا مرحلہ آیا اور یوں وہ سنیعہ مبشر سے سنیعہ سعد بن گئی، اس نے میر کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا اور اگلے ہی لمحے اس کا سر اتنی شدت سے گھوما کہ وہ چکرا کر گری تھی۔

دوست وہ ہے
جو ہر مشکل میں
ہر آزمائش میں
ہر تکلیف میں
آپ کا ساتھ دے
آپ کا بازو بنے
آپ کو سہارا دے
دشمن وہ ہے
جو آپ کے برے وقت کی
تمنا کرے
آپ کی آزمائش پر خوش ہو
آپ کی تکلیف پر شادیانے بجائے
مگر..........
ان دونوں کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہیں
دوست نما دشمن
بظاہر سچے دوست
ہر دم آپ کا دم بھرنے والے
ہر لحظہ آپ کا حوصلہ بڑھانے والے
مگر
درحقیقت آپ کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے والے
دل ہی دل میں آپ سے حسد کرنے والے
آپ کو ناکام دیکھنے کے خواہاں
آپ کی پشت پر وار کرنے والے......!!!

☆☆☆

کمرے میں گھپ اندھیرا تھا اور وہ دراز قد وجود الٹا بیڈ پر بکھرا ہوا تھا، ہر طرف خاموشی اور تنہائی تھی، پھر آہستہ سے دروازہ چرچرایا اور ایک

digest library.com

اور شخص اندر آیا، اس نے ہاتھ مار کر کمرے کی ساری روشنیاں جلا دیں۔

وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہوا، مڑ کر دیکھا تو دانیال تھا، دانیال کا چہرہ بے یقینی کی گرد سے اٹا ہوا تھا اور اس بے یقینی کے پیچھے گہرا افسوس تھا، دانیال کو رات ہی حبیب نے کال کر کے بلایا تھا، وہ اپنی جاب کے سلسلے میں اسلام آباد جا چکا تھا اور اس سارے قصے سے یکسر بے خبر تھا۔

''دانیال!'' سعد نے اسے پکارا۔

''سعد!'' وہ آہستہ سے اس کے سامنے آ بیٹھا اور بغور اس کا جائزہ لینے لگا اور سعد کو یاد آیا وہ اسے سکینر کہا کرتے تھے کیونکہ وہ انسان کا اتنا تفصیلی جائزہ لیا کرتا تھا کہ پل بھر میں جیسے تجزیاتی رپورٹ پیش کر دیا کرتا، اب بھی اس نے سعد کو دونوں شانوں سے تھاما اور گہرے تاسف میں ڈوب گیا۔

''تم نے کیا کر لیا ہے سعد؟ یہ تم نہیں ہو۔''

وہ کتنا صحیح کہہ رہا تھا، یہ روشن چہرے والا سعد کب تھا، یہ تو کوئی ٹوٹا بکھرا انسان تھا جس کا چہرہ وحشت کا ترجمان تھا، آنکھیں سرخی میں ڈوبی تھیں اور ان روشن آنکھوں کے پیچھے گہرا کرب تھا اور ان کے نیچے گہرے حلقے تھے، اس کا دایاں بازو کہنی تک پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا اور اس کے ہونٹ خشک تھے۔

''میں نے یہ کب چاہا تھا دانیال؟ مجھے تو خود سمجھ نہیں آئی کہ یہ مجھے کیا ہو گیا تھا؟ کب میں نے یہ چاہا تھا؟ کب اس کی بربادی کی خواہش کی تھی؟ کب اس کی طلب نے مجھے اتنا بے خود کیا کہ میں صحیح اور غلط کا فرق ہی نہ جان سکا، دیکھو نا دانیال یہ مجھ سے کیا ہو گیا؟'' وہ بولتے بولتے تھک گیا اس کی سرخی بھری آنکھوں میں نمی تھی اور اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے۔

''غلط...... بالکل غلط کہہ رہے ہو تم، کیوں قابو نہ کیا تم نے خود کو؟ کیوں ان سب نے تمہیں اتنا بڑا قدم اٹھانے دیا؟ کیوں تمہارا ساتھ دیا؟'' وہ اسے جھنجھوڑ کر کہہ رہا تھا۔

''دانیال پلیز......'' پیچھے سے حبیب کی آواز آئی، اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو حبیب اندر داخل ہو رہا تھا، اپنے پیچھے وہ دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

''تمہیں یہاں میں نے اس لئے نہیں بلایا کہ تم سعد کو سیلف کنٹرول سکھاؤ، اگر تم مدد نہیں کر سکتے تو Condemn بھی مت کرو۔'' اس کا لہجہ روکھا اور سرد تھا۔

''تمہیں کیا ہو گیا ہے حبیب؟ مجھے غلط کیوں سمجھ رہے ہو؟'' اسے افسوس ہوا تھا۔

''تم دوست ہو، تمہارا کام ہے تم ساتھ دو، نا کہ صحیح غلط کا سبق پڑھاتے پھرو۔'' اس کا انداز مزید دوٹوک ہوا تھا۔

''میں دوست ہوں اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ غلط کام میں ساتھ کیوں دوں؟'' اس مرتبہ دانیال بھی چیخ کر بولا تھا۔

''یہ...... یہ اس کو دیکھو۔'' حبیب نے سعد کا بازو پکڑ کر اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا، جو کہ پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

''یہ مر رہا تھا، اس کے بغیر یہ مر جانا چاہتا تھا، اسے اپنا خون دے کر بچایا ہے میں نے، اس لئے اب تم اسے مارنے کی کوشش مت کرو۔'' حبیب نے دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگا کر کہا تھا، دانیال کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

اب وہ دونوں کچھ دیر خاموش رہے، پھر حبیب اسے دھیمے انداز میں بتانے لگا کہ وہ چاہتے ہیں وہ سنیعہ کو کنونس کرے، وہ اسے سمجھائے کہ اب مزید واویلے سے کیا حاصل جو

WWW.PAKSOCIETY.COM

digest library.com

ہونا تھا تو وہ ہو چکا، یہ کام وہ دانیال سے اس لئے کروانا چاہتے تھے کہ سنیعہ نے اسے اس سارے تماشے کے دوران اپنے گھر میں نہیں دیکھا تھا، لازمی بات تھی کہ وہ اسے بے قصور ہی سمجھتی، اسی لئے اس نے خصوصی طور پر دانیال کو اسلام آباد سے بلایا تھا۔

کچھ دیر بعد دانیال، حبیب کے ساتھ اس کمرے میں گیا جہاں سنیعہ تھی اور اس کا چہرہ افسوس و شرمندگی سے سرخ پڑ گیا تھا، چند منٹ بعد ہی وہ واپس آ گیا اور آتے ہی برس پڑا۔

"یار! تم لوگ انسان ہو کہ جانور؟ حد ہو گئی کل سے اسے نیند کا انجکشن دے کر سلایا ہوا، اوپر سے اتنا سامان لدا ہوا اس پر۔" اس کا اشارہ جیولری کی طرف تھا کیونکہ سنیعہ تب سے اب تک مسلسل اسی طرح دلہن کے لباس میں تھی، دانیال کی بات پر تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"یہ کام تمہیں ہی کرنا ہوگا سعد۔" دانیال کا لہجہ مدھم تھا، سعد نے قدرے پریشانی سے ہونٹ کاٹے، ظاہر ہے گن پوائنٹ پر ہی سہی، مگر ان کا نکاح ہوا تھا اور وہ اس کا محرم تھا، وہ سست قدموں سے اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ بیڈ پر بکھری سی پڑی تھی، سینے تک اسے کمبل اوڑھا دیا گیا تھا، وہ دروازہ بند کرتا آہستہ آہستہ چلتا اس کے پاس آ گیا، بیڈ کے اک طرف اس کی ضرورت کی چیزوں کا ڈھیر لگا تھا، جو اس نے خود خریدا تھا، کتنا یقین تھا اسے کہ وہ اپنے اس مشن میں کامیاب ہو جائے گا، جبھی تو اس نے سنیعہ کے آنے سے پہلے ہی سب خرید لیا تھا۔

اس کے سرہانے بیٹھ کر وہ یک ٹک اس کا چہرہ دیکھتا رہا، اس کا معصوم چہرہ، آنسوؤں کے نشانات سے سجا چہرہ، اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے آہستہ سے ہاتھ بڑھایا اور اس کا ہاتھ تھام لیا، اس کا ہاتھ ٹھنڈا تھا، کسی بے جان کی مانند ٹھنڈا، اسے عجیب سی تکلیف ہوئی، اس نے بے ساختہ اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر رگڑا، جیسے اس میں زندگی کی حدت پھونکنا چاہتا ہو، اس کے ناخن بہت خوبصورت تھے اور ان پر سرخ رنگ کی نیل پینٹ لگی ہوئی تھی، وہ اس کے انگلیوں سے رنگز اتارنے لگا، پھر اس کی کلائیوں سے چوڑیاں، اس کے ماتھے سے بندیا اور جھومر پھر اس کے کانوں سے جھمکے اور آخر میں ان کی گردن کے نیکلس کی باری آئی، ساری جیولری اتار کر اس نے سائیڈ ٹیبل کے دراز میں ڈال دی اور پھر وائپس نکال کر اس کا چہرہ صاف کرنے لگا، اس کا چہرہ اور گردن اچھی طرح صاف کرنے کے بعد اس نے اس کے دوپٹے پر لگی بے شمار سیفٹی پنز کھولنے لگا، اس معصوم کے بال برے طرح جکڑے ہوئے تھے جانے اسے کتنی تکلیف ہوئی ہوگی۔

اس کا دل خون ہوا تھا، یہ سنگھار اس کے نام کا نہیں تھا، اس نے یہ مانگ زبردستی اپنے نام کی بندیا سے سجائی تھی، یہ خوبصورت چہرہ اس کی ملکیت کب تھا اس نے یہ حق ملکیت ہتھیار کے زور پر حاصل کیا تھا، اس کا دل اتنا ڈوبا کہ وہ بے ساختہ اسے سینے میں چھپا کر سسک اٹھا، یہ کیا ہو گیا تھا اس سے؟ کمرہ بے بسی کی نمی سے نم تھا اور ہوا سرد خاموش تھی۔

☆☆☆

اس کی سنیعہ سے گفتگو کتنی ہی دیر جاری رہی تھی، وہ مکمل حواس میں تھی اور اس نے خود پر مکمل قابو پایا ہوا تھا، وہ یونیورسٹی کے زمانے والی سنیعہ دکھائی دیتی تھی، مضبوط اعصاب اور ہر مشکل کے لئے تیار، اس نے دانیال کی بات خاموشی اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

تحمل سے سن تھی جو کہ اسے سعد کی ابتر ذہنی حالت کی تفصیل بتا رہا تھا اور اسے سعد کے اس ایکشن کی ناکام صفائی دینے کی کوشش کر رہا تھا، اس نے دانیال کو نہیں ٹوکا، اسے پتا چل گیا تھا وہ تینوں دوست تھے، جیسے حبیب نے دوستی نبھائی تھی ویسے ہی وہ بھی دوستی نبھا رہا تھا، وہ واقعی صرف آپس میں دوست نکلے تھے۔

اس نے دانیال کی بات ختم ہونے پر صرف اس سے ایک سوال کیا تھا۔

''اگر میری جگہ تمہاری اکلوتی بہن ایمن کے ساتھ یہ ہوتا تو کیا تم اسے یوں سامنے بٹھا کر اپنے دوست کی جسٹی فیکشن دیتے؟'' اس کا انداز چبھتا ہوا سرد اور سخت تھا، دانیال کا رنگ زرد پڑا۔

سنیعہ نے نظریں پھیر لیں، اسے اپنا جواب مل چکا تھا اور جب دانیال واپس سعد اور حبیب کے پاس پہنچا تو اس نے لفظ لفظ ساری کہانی ان کے کانوں میں انڈیل دی، سعد کی آنکھوں میں اک عجیب کیفیت اتر آئی تھی۔

کچھ دیر مزید وہ تینوں آپس میں بات کرتے رہے، آخر کار وہ اسی بات پر متفق ہوئے تھے کہ اب صرف سعد کو ہی آگے بڑھ کر سنیعہ کو مطمئن کرنا پڑے گا، وہ قدرے مضطرب مگر خاموش تھا، حبیب اسے گلے مل کر ڈھیروں تسلیاں دے کر باہر نکلا تھا، مگر دانیال کو ایک ہی دکھ تھا کہ اس کا آنا بیکار گیا تھا، وہ ان کی کوئی مدد نہ کر سکا تھا، جس کا اسے گہرا افسوس تھا۔

☆☆☆

سنیعہ کی شادی کی خبر جس دن اسے ملی وہ پہلا دن تھا جب اس کے دل کو دھکا سا لگا تھا، اس نے ایسا کب سوچا تھا کہ اس کا تلاش گمشدہ والا منگیتر سچ میں واپس لوٹ آئے گا اور یوں یکا یک اس کی شادی بھی فکس ہو جائے گی۔

اس رات وہ سو نہ سکا، ساری رات اس ن راکنگ چیئر جھولتی رہی، اسے وہ ہمیشہ سے پسند کرتا تھا، مگر آج سے پہلے تو اسے یہی لگتا رہا تھا کہ وہ ایک اچھے دوست کی حیثیت سے پسند کرتا تھا، مگر اسے اس دن احساس ہوا تھا کہ وہ دوستی سے آگے جا چکا تھا، مگر پھر بھی اس نے سوچا کہ اس کا ضمیر اسے اجازت دے گا کہ وہ ایک ایسی لڑکی کے بارے میں سوچ جو عنقریب کسی اور کی ہونے والی تھی؟

پتہ نہیں ضمیر اجازت دیتا تھا یا نہیں مگر وہ اس کے بارے میں سوچ رہا اور رات گہری ہوتی گئی، اس کی سوچوں کی طرح عمیق اور گہری، وہ سوچتا رہا کیا ممکن تھا وہ اس کی ہو جاتی؟

اگلی سحر اس کی آنکھیں سرخ اور اداس تھیں، وہ ٹوٹ رہا تھا، حالانکہ وہ کتنا مضبوط تھا، کتنا مشکل تھا کوئی اس پر اثر انداز ہو پاتا، اگلا دن بیتا اور اداس شام در آئی اور پہلے سے زیادہ خوفزدہ ہو گیا، اسے اپنے جذبوں کی شدت اور بے لگامی سے خوف آنے لگا تھا۔

آہ! یہ محبت!! کس قدر ظالم ہوتی ہے، کسی کو اپنے دل میں بسانے سے پہلے کیسے خود کو توڑنا پڑتا ہے، اپنے دل کا دربار ڈھا کر اس ذی نفس کے لئے دوبارہ سجانا پڑتا ہے، جیسے اسے کرنا پڑا تھا، اگلی شب پھر جاگتے گزری، اس کا چہرہ اترتا گیا، اس کے دل کا دربار ڈھے گیا، وہ اس کے رنگوں میں نہا گیا، وہ ہار گیا، وہ ایک مرد تھا اور جب ایک مرد ہارتا ہے تو نسلیں ہار جاتی ہیں، اسے نہیں ہارنا چاہیے تھا، مگر وہ ہار گیا۔

اور جب یہ احساس اس کے اندر جاگزیں ہو گیا کہ وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تو یہ خوفناک سوال سامنے آ کھڑا ہو گیا تھا کہ اب وہ کیا کر سکتا تھا صرف چند دن بعد سنیعہ کی شادی تھی اور اگلے

دن اس نے سب کو کارڈ دینے کے لئے بلایا ہوا تھا۔

وہ اس رات بھی جاگتا رہا، اس سے ملنے کی آس خوبصورت سہی مگر وہ خوفزدہ تھا وہ اس سے اپنی دیوانگی کیونکر چھپا پائے گا، اگلی سحر جب حبیب اسے لینے آیا تو ششدر رہ گیا تھا، وہ اس کی حالت کی وجہ جاننے پر مصر تھا، سعد اسے ٹالتا رہا۔

مگر وہ بھی اس کا دوست تھا جان چھوڑنے والوں میں سے کب تھا؟ رات کو اس کے ساتھ ہی واپس آیا تھا اور سیدھا اس کے کمرے میں گھس گیا اور بات تقریباً ہاتھا پائی تک جا پہنچی تھی، سعد کسی صورت راز اگلنے کو تیار نہ تھا جبکہ حبیب ہر صورت اگلوانے پر تلا ہوا تھا، خوش قسمتی سے سعد کے پیرنٹس گھر پر نہ تھے، جبھی وہ اس تماشے سے آگاہ نہ ہو سکے۔

اگلی رات حبیب کو اس کا فون رات بارہ بجے آیا تھا، حبیب جو ابھی لیپ ٹاپ بند کر کے اٹھا تھا، اس کی کال دیکھ کر فوراً پک کر لی۔

''سعد!'' اس نے فون اٹھاتے ہی کہا، دوسری طرف اس کی آواز بڑی مدھم اور تکلیف دہ تھی۔

''حبیب! تم...... جاننا چاہتے تھے نا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ تمہیں بہت فکر تھی نا میری، میں تمہیں بتاؤں مجھے کیا ہوا ہے؟'' اس کی آواز گھٹی ہوئی تھی وہ بولتا چلا گیا۔

''مجھے سعیہ سے عشق ہو گیا ہے اور میں اس کے بغیر مر رہا ہوں، اس پل پل کی اذیت سے نجات پانے جا رہا ہوں میں اب اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی تھی اور حبیب تو یوں تھا جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہو۔''

''میں اب اس دنیا میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا، حبیب میری چند آخری سانسیں باقی ہیں میں شاید آپ اس دنیا میں نہ رہوں۔'' وہ اب آنسوؤں سے رو رہا تھا، حبیب کے پیروں کے نیچے سے جیسے زمین نکل گئی تھی، اس کے دل کو جیسے کسی نے خنجر سے دو ٹکڑے کر دیا تھا، وہ پوری رفتار سے بھاگتا ہوا اپنی گاڑی تک آیا اور اس رات اس نے اپنی زندگی کی خوفناک ڈرائیونگ کی تھی، اس کے گھر سے سعد کے گھر کا فاصلہ پندرہ منٹ کا تھا جو اس رات اس نے چار منٹ میں طے کیا تھا اور گاڑی سے اتر کر بنا دروازہ بند کیے وہ اسی طرح بھاگتا ہوا سعد کے کمرے کی طرف آیا تھا، وہ لاکڈ تھا، اس نے اتنی وحشت سے دروازے کو ٹھوکر ماری کہ وہ پہلی بار میں ہی ٹوٹ گیا، وہ اندر داخل ہوا تو سعد اس کے سامنے تھا، وہ کارپٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کی دائیں کلائی خون سے بھری ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں، وہ زندگی اور موت کی سرحد پر کھڑا تھا، چند سانسیں باقی تھیں شاید، گنتی کی چند سانسیں اور بس، وہ اڑتا ہوا اس تک آیا اور اِدھر اُدھر کسی چیز کی تلاش میں نظریں دوڑائیں تھیں مگر پھر اس نے اگلے ہی لمحے شرٹ اتاری اور اس کے بازو کو سختی سے باندھا، اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور واپس گاڑی کی طرف آیا اور چند لمحوں کے بعد اس کی گاڑی ہاسپٹل کے گیٹ پر رک رہی تھی، وہ جانتا تھا یہ پولیس کیس تھا، ہاسپٹل انتظامیہ کسی صورت اسے ایڈمٹ نہ کرے گی مگر وہ اس کا انتظام بھی کر سکتا تھا اور اس کے لئے اسے صرف چند فون کرنے پڑے تھے۔

ان کا بلڈ گروپ میچ کرتا تھا، بلڈ کی ضرورت پڑی تو اس نے اپنے دونوں بازو آگے کر دیئے، حبیب عارف نے اس رات سعد میر کو بچا لیا تھا۔

یہ بات اس کے سامنے بعد میں آئی تھی کہ

www.paksociety.com
digest library.com
WWW.PAKSOCIETY.COM

سعد کے پیرنٹس لندن گئے ہوئے جہاں ان کی اکلوتی بیٹی بیاہی ہوئی تھی اور اس رات وہ گھر میں بالکل اکیلا تھا، بلکہ پچھلے کئی دن سے وہ تنہا ہی تھا ورنہ اس کی حالت پر لازمی سوالات کیے جاتے، اگلے دن اسے ڈسچارج کر دیا گیا، وہ حبیب سے بہت خفا تھا، وہ اس سے بات نہیں کرتا تھا مگر جب حبیب اپنی نگرانی میں اس کی بینڈیج چینج کرتا تو وہ بس چپ رہتا تھا، جب حبیب اس کے لئے سوپ لے کر آتا تو وہ منہ دوسری طرف کر لیتا اور جب وہ زبردستی اسے پلاتا تو وہ پی لیتا تھا، ہاں وہ اس سے بہت ناراض تھا، بھلا کیوں بچایا تھا اس نے اسے؟

وہ دلگرفتی سے سوچتا رہتا، دو دن تک حبیب اس کا سایہ بنا رہا تھا، وہ اسے اک پل کے لئے تنہا چھوڑنے کو تیار نہ تھا اور تیسرے دن جبکہ سفینہ کی مہندی کا فنکشن تھا، حبیب کی سربراہی میں وہ سات لوگوں کا گروپ تھا جس میں پانچ لوگ یونیورسٹی کے وہ نامی گرامی بدمعاش تھے جن کی بات گولی اور گالی سے شروع ہوتی تھی اور جن کے پاس اسلحہ میٹھی گولیوں کی مانند ہوتا تھا اور ان میں سے دو کے ساتھ حبیب کی اچھی خاصی علیک سلیک تھی اور وہ دو باقی تینوں کو لے کر آئے تھے اور وہ اپنے دوست حبیب کے دوست (سعد) کے لئے کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔

ادھر وہ اپنے ہاتھوں پہ مہندی لگا رہی تھی اور دوسری طرف وہ اس کے گھر کی لوکیشن ڈسکس کر رہے تھے۔

طے یہ پایا تھا کہ دو لوگ فرنٹ سنبھالیں گے، تین لوگ اندر والا پورشن اور حبیب اور سعد نکاح خواں کو دیکھیں گے، غالب امکان یہی تھا کہ سیکیورٹی کا بندوبست نہ ہونے کے برابر تھا اور وہ ویسے بھی شادی میں شرکت کے لئے پوری طرح تیار ہو کر جا رہے تھے، سب کچھ عین اس کی مرضی کے مطابق ہوا تھا، کہیں کوئی رکاوٹ نہ بنی تھی اور یوں وہ نکاح کر کے بحفاظت اسے اپنے سیالکوٹ والے گھر لے آیا تھا، مگر اب اگلا مرحلہ درپیش تھا جو اب تک کے تمام مراحل سے زیادہ سخت اور مشکل تھا۔

☆☆☆

خواب کرچی ہوئے سب اپنے
کیسے آنکھوں میں بس گئے پتھر

وہ اندر داخل ہوا تو بہت کچھ سوچ کر آیا تھا، یہ جگہ محفوظ تھی، وہ آگاہ تھا، اس کے اس ٹھکانے کا حبیب اور دانیال کے علاوہ کسی کو نہیں پتا تھا، ممی پاپا کا واپس آنے کا فی الحال کوئی موڈ نہ تھا، سو وہ محفوظ تھا، مگر پھر بھی احتیاطی تدابیر کے طور پر اس نے اپنی نارمل استعمال میں آنے والی گاڑی چھوڑ کر دوسری گاڑی استعمال کی تھی اور اپنی سم کو بند کر کے اک نیا نمبر لیا تھا۔

اب وہ اندر داخل ہوا تو وہ کمرے میں کہیں نہیں تھی اور باتھ روم سے شاور کی آواز آ رہی تھی، اس نے ایک طویل سانس لے کر دروازہ لاک کر دیا، پھر تسلی سے بیڈ پر آن بیٹھا۔

کمرہ غیر معمولی طور پر سمٹا ہوا تھا ہر چیز ٹھکانے پر تھی، اسے حیرت ہوئی، وہ کچھ سوچتا ہوا بیڈ پر نیم دراز ہو گیا، کچھ دیر بعد باتھ کا دروازہ کھلا اور وہ باہر آئی، سعد کی نظریں اس پر جم گئیں وہ اس کے خریدے گئے ڈریس میں ملبوس تھی اور یہ خریدتے وقت اس نے واقعی نہیں سوچا تھا کہ اس قدر سجے گا اس پر، اک لمحے کے لئے وہ اس پر سے نظر نہیں ہٹا سکا، اس کے بال گیلی لٹوں کی شکل میں اس کے کندھوں پر گرے ہوئے تھے، ان کی کٹنگ بدلی ہوئی تھی اور ان کا کلر بھی مختلف تھا شاید اس نے بال ڈائی کیے تھے، وہ بھی اسے دیکھ

چکی تھی، مگر نظر انداز کر کے آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی، دو منٹ میں بال سنوارے اور واپس مڑی پھر اسے دیکھے بغیر بولی۔

''کچن میں جا رہی ہوں۔'' اور دروازے کا لاک کھولتی باہر نکل گئی، وہ حیران سا بیٹھا رہ گیا، یہ ری ایکشن؟ اس کا تو خیال تھا کہ وہ ہنگامہ مچا دے گی، روئے گی، چیخے گی، اس سے لڑے گی، اس سے التجا کرے گی کہ وہ اس کے ماں باپ سے رابطہ کروا دے، اس کو واپس چھوڑ آئے، وہ تو یہ سب سوچ بیٹھا تھا اور اس کا خیال ٹھیک ہی تو تھا، اس قسم کے کیسز میں ایسا ہی تو ہوتا ہے۔

مگر اس نے ایسا کچھ نہ کیا تھا، وہ کتنی پرسکون دکھائی دیتی تھی، کیوں؟ وہ جھنجھلا کر اٹھا اور اس کے پیچھے بڑھا تھا۔

وہ کچن میں گیا تو وہ بڑے سکون سے کچن ٹیبل کے گرد چیئر پر بیٹھی جوس کا گلاس سامنے رکھے ہوئے تھی، وہ وہیں کھڑا رہ گیا، وہ جوس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے رہی تھی، پھر ایک دم اسے پتا نہیں کیا ہوا اس نے ایک دم گلاس اٹھایا اور پوری قوت سے سامنے دیوار پر دے مارا، گلاس ٹوٹ گیا اور جوس دیوار پر نقش و نگار بناتا نیچے بہہ گیا اور وہ ٹیبل پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، بلند آواز میں، سسکتے، بلکتے، روتے اور کرلاتے، اس کے لبوں پر ایک ہی نام تھا۔

''امی...... امی۔'' سعد کا دل اک لمحے کو رک گیا، وہ آگے بڑھا پھر رکا اور پھر واپس پلٹ گیا۔

اچھا ہی تھا وہ رو لیتی، اس کا دل ہلکا ہو جاتا، ورنہ اسے دیکھ کر یقیناً وہ مزید ہسٹریک ہوتی، اس لئے اس نے واپس آنا مناسب سمجھا، وہ لاؤنج کے صوفے پر بیٹھ گیا، اس کے زخمی بازو میں ایک دم شدید درد ہونے لگا تھا، اسے احساس تھا اس نے سعیہ کی زندگی کے ساتھ بہت بے رحم مذاق کیا تھا اور اسے یہ بھی بہت اچھی طرح پتہ تھا کہ اس نے اک معصوم لڑکی سے اس کے خواب چھین لئے تھے، اس کی آنکھیں ویران کر دی تھیں اس کا دل بنجر اور اس کی زندگی برباد۔

آہ! یہ کیا ہو گیا اس سے؟

اس کی آنکھیں جل رہی تھیں، کتنا بے رحم ہوتا ہے انسان، اپنا دل آباد کرنے کے لئے دوسروں کے دل اجاڑ دیتا ہے، اپنا وجود بچانے کے لئے دوسروں کو مار دیتا ہے۔

اسے اندازہ تھا کہ اتنی آسانی سے وہ دونوں نارمل نہیں ہو سکیں گے، وہ وہیں بیٹھا سوچتا رہا۔

وہ اتنا ظالم نہیں تھا، اس نے کبھی کسی کے ساتھ ظلم نہیں کیا تھا، اس نے تو کبھی چڑیا کا بچہ تک نہیں مارا تھا، کبھی کسی کا دل نہ دکھایا تھا، کبھی جھوٹ نہ بولا تھا، کبھی کسی کا حق نہ مارا تھا، کبھی چوری نہ کی تھی، وہ اخلاقی برائیوں سے کوسوں دور تھا، اس کے ماں باپ کی تربیت بہت بہترین تھی، جب سب کچھ اتنا بہترین تھا تو کمی کہاں رہ گئی تھی۔

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ کمی رہ جاتی ہے، کہیں نہ کہیں کمی کیوں رہ جاتی ہے انسان میں، بظاہر اس قدر مکمل تربیت کے باوجود انسان اس طرح کا قدم کیوں اٹھا لیتا ہے کہ نسلوں کی تربیت کو رسوا کر دیتا ہے؟

وہ اسی طرح بیٹھا رہا، جانے کتنی دیر گزری کہ اسے لاؤنج میں سعیہ کی موجودگی کا احساس ہوا، وہ صوفے کی بیک پر کھڑی اسے یک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔

اور زندگی میں پہلی بار وہ ہچکچایا، جھجکا اور نظر چرا گیا، اس کا نظر چرانا قیامت ہو گیا، اس نے

digest library.com

www.paksociety.com

سعدیہ کی بے تاب سسکیاں سنیں اور پھر وہ بھاگتی ہوئی اس کمرے کی طرف چلی گئی، دھاڑ کے ساتھ دروازہ بند ہوا اور کمرا اس کی چیخوں اور آنسوؤں میں ڈوب گیا۔

اس کے دل کو کچھ ہوا تھا، وہ تیزی سے اٹھا اور اس کے پیچھے کمرے کے دروازے تک آیا تھا، اس نے آہستگی سے دروازہ کھولنا چاہا مگر وہ لاکڈ تھا، وہ دروازہ بجانے لگا۔

"سعدیہ ...... سعدیہ...... دروازہ کھولو...... سونی...... پلیز۔" اس کا انتظار التجائیہ تھا، وہ مسلسل دروازہ پیٹ رہا تھا، دوسری طرف صرف اس کی سسکیوں کی آواز تھی۔

"سونی پلیز۔" اس کی آواز بے بسی سے پر تھی، پھر وہ تھکے ہوئے انداز میں زمین پر گرسا گیا۔

اب وہ دونوں دروازے سے سر ٹکائے رو رہے تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ وہ اندر تھی اور دروازے کے اس پار!!

☆☆☆

کیا تمہیں میرا چہرہ یاد ہے؟
کیا تمہارے پاس میرا چہرہ موجود ہے؟
مجھے اپنا چہرہ بھول گیا ہے
یا شاید......
میں اپنا چہرہ کھو بیٹھا ہوں
میرا چہرہ ایسا نہیں تھا
میرا چہرہ مکمل تھا
خوبصورت تھا
مگر اب وہاں کچھ نہیں
صرف ویران، بے خواب اور بنجر آنکھیں
جلی ہوئی پیشانی
رسوائی سے بھرے ہونٹ
اور آنسوؤں سے بوجھل پلکیں!!
یہ میرا چہرہ ہے!!!
مگر یہ میرا چہرہ نہیں ہے

وہ ساری رات وہیں بیٹھا رہا تھا، اگلی صبح سعدیہ نے دروازہ کھولا تو اسے دیکھ کر چونک گئی، دونوں کا حال ایک جیسا ہی تھا، رات بھر کی جاگی متورم اور سوجی آنکھیں، آنسوؤں کے نشانات سے بھرا چہرہ اور سرخ ہونٹ اور ناک اور سعدیہ اسے دیکھ کر ایک بار پھر ششدر رہ گئی، یہ کیا کرلیا تھا اس نے خود کو؟ یہ وہ سعد میر کب تھا جس کے ساتھ اس نے یونیورسٹی کے چار سال گزارے تھے، بے شمار قہقہے لگائے تھے، ان گنت محفلیں سجائی تھیں، ٹورز کیے تھے، کھانے کھائے تھے، یہ تو پتا نہیں کون سا سعد تھا، جسے وہ آج پہلی بار مل رہی تھی، اسے وقتی طور پر یہ بھول گیا کہ وہ اس کا کتنا عظیم نقصان کر چکا تھا، اس کے دل پر ہمدردی غالب آ گئی، وہ بے ساختہ اس کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئی۔

اس نے آہستہ سے میر کے چہرے کو چھوا، اس کی آنکھوں پہ سعدیہ کی انگلیاں ذرا سی کیا لگیں وہ آنکھیں جھیلوں کی مانند بہنے لگیں، اس نے سعد کے گال پہ ہاتھ رکھا اور سسک اٹھی۔

"یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے سعد؟ یہ...... یہ تم نے خود کو کیا کرلیا ہے؟" سعد کو اس مسیحائی کی توقع کب تھی، اس نے بے تابی سے سعدیہ کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور اپنے ہونٹوں سے لگا کر والہانہ انداز میں آنکھوں سے لگانے لگا۔

"سونی...... مجھے معاف کر دو...... سونی میں مر جاتا تمہارے بغیر، میری حالت دیکھو سونی، مجھ پر ترس کھاؤ، پلیز۔" وہ اس کو التجائیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں نمی تھی سعدیہ زور زور سے رونے لگی، سعد نے ایک لمحے کو کچھ سوچا اور پھر بے ساختہ دونوں بازو اس کے گرد لپیٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیے، اب وہ دونوں رو رہے تھے۔

☆☆☆

اس کی آنکھیں کھلیں تو کمرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، کمرے میں ہلکی سی خنکی تھی اس نے کروٹ لی تو چونک گیا، وہ اس کے ساتھ ہی موجود تھی، گہری نیند میں گم، ہاتھ گال کے نیچے دھرے، اس کی طرف کروٹ لئے دونوں ٹانگیں اکٹھی کر کے پیٹ سے لگائے، کسی معصوم بچے کی مانند سو رہی تھی۔

شاید اسے بھی سردی لگ رہی تھی، اس نے پیروں میں پڑی چادر اٹھائی اور اسے اوڑھا دی اور تھوڑی سی اپنے اوپر بھی ڈال دی اور سیدھا لیٹ گیا۔

اس کی آنکھوں میں شدید جلن ہو رہی تھی اور وہ سوجی ہوئیں تھیں، اسے یاد آیا کہ وہ اس سے لپٹ کر روتی بار بار ایک ہی سوال کر رہی تھی۔

''سعد! بتاؤ ناں میرا کیا قصور تھا؟ مجھے کس چیز کی سزا دی تم نے؟'' اور چونکہ سعد کے پاس ان سوالات کے جوابات نہ تھے اس لئے وہ خاموشی سے اس کے بال سہلاتا رہا اور جب نڈھال ہو گئی تو اس نے اسے بازوؤں میں اٹھایا اور کمرے کے اندر لے آیا، بیڈ پہ اسے لیٹا کر وہ بھی ادھر ہی لیٹ گیا، وہ آہستہ آہستہ غنودگی سے گہری نیند میں جا رہی تھی وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتا رہا، کچھ دیر بعد وہ سو گئی۔

اور وہ بھی اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سو گیا، وہ اس قدر تھکا ہوا تھا کہ اسے فوراً ہی نیند آ گئی۔

اسے ایک دم وائبریشن کا احساس ہوا، یہ اس کا موبائل تھا جس پر حبیب کے میسج آ رہے تھے۔

''کدھر ہو تم؟'' حبیب کا سوال تھا۔

وہ فون سائلنٹ پر لگا کر جواب لکھنے لگا۔

''سو رہا تھا؟''

''اس وقت؟ خیریت؟'' حبیب کو تشویش ہوئی۔

''ہاں رات سو نہیں سکا۔''

''کیوں؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟''

''ہاں...... بس جاگتا رہا۔''

''سعدیہ کیسی ہے؟''

''ٹھیک ہے۔''

''کدھر ہے وہ؟''

''وہ بھی سو رہی ہے۔''

''کوئی بات ہوئی اس سے؟''

''ہاں۔''

''کیا؟''

''کچھ خاص نہیں بس روتی رہی۔''

''پھر؟''

''میں نے سنبھال لیا۔''

''پھر؟''

''سلا دیا۔''

''پھر؟''

''کیا پھر؟'' اب کے اسے غصہ آیا۔

''تم نے کیا کہا؟''

''کچھ کہنے والا کام کیا ہے میں نے؟'' اس کا انداز اذیت بھرا ہوا۔

''پھر بھی؟''

''روتا رہا ہوں بس۔'' اس نے اعتراف کیا۔

''شٹ۔'' حبیب کو اس کا رونا پسند نہ آیا۔

''اس کے سامنے روئے؟''

''ظاہر ہے۔''

''شرم نہیں آئی؟'' اس نے تاؤ دلایا۔

''نہیں...... بلکہ شرمندگی ہوئی تھی۔''

www.paksociety.com

''کچھ بولی وہ آگے سے؟''
''نہیں......سوال کرتی رہی۔''
''کیسے سوال؟''
''اندازہ کرلو خود ہی، یہی کہ میں نے یہ ظلم کیوں کیا؟''
''اوہ......پھر؟''
''پتہ نہیں یار......مگر ایک بات کہوں؟''
''کیا؟''
''مجھ سے اس کا یہ حال دیکھا نہیں جا رہا۔''
''صبر کرو یار اب، اتنا بڑا معرکہ مارا ہے اس کے آفٹر افیکٹس تو ہوں گے نا۔'' حبیب نے حوصلہ دیا۔
''پچھتاوا شروع ہو گیا میرا۔'' اس کے لہجے میں درد تھا۔
''اوں ہوں، اداس مت ہو۔''
''تو کیا کروں؟''
''محنت کی ہے اب پھل کھاؤ۔'' وہ ہنس دیا تھا۔
''دفع ہو جاؤ۔'' اسے برا لگا۔
''اوکے۔'' وہ واقعی دفع ہو گیا، بیسٹ فرینڈ کا فائدہ، ہر موڈ کو سمجھتا تھا۔

سعد نے ایک طویل سانس لے کر فون ایک طرف ڈال دیا اور دوبارہ سے اسے دیکھنے لگا، وہ ابھی تک سو رہی تھی۔

اور اسے یوں دیکھنا کتنا دلکش اور خوشنما نظارہ تھا، اس کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی، وہ کتنی پیاری لگ رہی تھی یوں سوتے ہوئے کہ سعد بس اسے دیکھتا جا رہا تھا، حبیب صحیح کہہ رہا تھا اسے اس پل اس سے اتفاق ہوا تھا۔

☆☆☆

سعد میر اپنی من مرضی کرتے ہوئے صرف ایک بات بھول گیا تھا وہ یہ کہ سعدیہ مبشر کی سب سے بڑی خامی اس کی ضد تھی۔

ضد جو ہر رشتے کی خوبصورتی گہنا دیتی ہے، ضد جو انسان کو غلط ہونے کے باوجود غلطی تسلیم کرنے نہیں دیتی اور اپنے غلط ہونے پر ہی ڈٹ جانے پر مجبور کر دیتی ہے۔

اور پچھلے گیارہ دن سے وہ مسلسل اس کی ضد کو بھگت رہا تھا، وہ اپنی ضد پر اتر آئی ہوئی تھی، دل کرتا تو کمرے میں باہر آتی ورنہ پورے دن کے لئے کمرہ بند، وہ دروازہ بجاتا رہتا، دل کرتا تو اس کے منتیں کرنے پہ دو نوالے لیتی ورنہ منہ بند کر کے اک طرف پڑی رہتی اس کے لاکھ منانے پر، درخواستیں کرنے پر بھی اس کی بات سننے پر آمادہ نہ ہوتی اور اس کی یہ ضد اس کی صحت پر بری طرح اثر انداز ہو رہی تھی وہ بے خبر نہ تھی بس وہ اس کو اسی طرح ذلیل کرنا چاہتی تھی شاید۔

شروع دنوں میں ایسا بھی ہوا کہ اس نے بڑے تحمل سے سعد سے اس کے اس فعل کی وضاحت بڑے آرام سے مانگی تھی، وہ بزنس پڑھی ہوئی تھی، ہر بات لوجک اور ریزن کے ساتھ کرتی تھی، نہیں جانتی تھی کہ وہ پگلا وہ جھلا جس جال میں پھنس چکا تھا وہاں لوجک اور ریزن کا کیا کام؟

جس آگ میں وہ جل رہا تھا وہ تو گھر کے گھر خاک کر دیتی، کہاں اس چیز کا دھیان کہ اس نے اک لڑکی کی شادی ختم کروا دی تھی، تھی نا وہ پاگل؟

مگر اس ضد کا انجام یہ ہوا کہ ایک ایک کر کے اس نے گھر کے تمام کمروں کے لاک خراب کر دیے، اب کم از کم وہ کمرہ بند نہیں ہو سکتی تھی، مگر اس کے اس عمل کے بعد وہ اسے کھانے کے معاملے میں پہلے سے بھی زیادہ تنگ کرنے لگی، یہاں تک کہ دوسرے ہفتے اس کا ضبط ٹوٹ

WWW.PAKSOCIETY.COM

گیا۔

وہ سعد میر بھی اپنی ضد پہ اتر آیا اور یہ بہت بڑا نقصان تھا۔

"ایک ضدی دوسرے ضدی کے مقابل آ جائے تو دونوں ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں گے۔"

نقصان دونوں کا ہی ہونا تھا، اس نے اپنی ضد سے سعد میر کی ضد کو جگا دیا تھا اور اب بھگتان اسے ہی بھگتنا تھا۔

☆☆☆

صبح وہ جاگا تو سنعیہ کہیں نہیں تھی، اس کا سر گھوم گیا اس کی تلاش میں باہر آیا تو وہ لاؤنج کے صوفے پہ بے ترتیب سی پڑی تھی، وہ طویل سانس بھرتا اس کے پاس آ بیٹھا۔

"ناشتہ کیا؟" اس نے نرمی سے سوال کیا، جواب ندارد۔

"سنعیہ...... سونی!" اس نے پیار سے بلایا، کوئی جواب نہ تھا، اب کی بار اس نے نرمی سے بازو پہ ہاتھ رکھا، وہ کرنٹ کھا کر دور ہوئی، سعد بے حد محظوظ ہوا۔

اس نے ایک بار ہاتھ آگے کیا تو سنعیہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا، وہ اثر لئے بغیر اٹھ کر اس کے مقابل آیا، ہلکا سا جھک کر اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑے اور کچھ مزید جھک کر اس کی مذاحمت کو صاف نظر انداز کرتے ہوئے اس کی پیشانی کو چوما اور اسے چھوڑ کر سیدھا ہو گیا، وہ تڑپ کے پیچھے ہٹی تھی، وہ مسکراتا ہوا شاور لینے چلا گیا۔

اب اس کے ہاتھ اک نیا پتہ لگ گیا تھا، تڑپ کا پتہ، وہ اس سے بھاگتی تھی، اس سے بچتی تھی، یہ اس نے پہلے کبھی نوٹس ہی نہ کیا تھا، اب تو وہ اسے بڑے آرام سے اپنی ہر بات منوا سکتا تھا۔

"ان دونوں کو ادھر ہی چھوڑ کر ہم دوبارہ واپس سنعیہ مبشر کے گھر چلتے ہیں، وہاں کا جائزہ لیتے ہیں، ادھر کیا گزری؟"

☆☆☆

وہ تھپڑ کھا کر دشمہ کریم کے آگے ایک دفعہ دنیا گھوم گئی تھی، اسے احساس ہوا تھا کہ جسے وہ اپنے من مندر کا دیوتا مان کر مان سمان دیتی آ رہی تھی وہ تو اتنا کم ظرف اور گرا ہوا نکلا تھا کہ اپنے [illegible]ل کو کرنے کے لئے ہر صورت اسے راستے سے ہٹانے پر تیار تھا، وہ تو سنعیہ کو نکاح کرکے لے گیا مگر دشمہ کریم کے مستقبل کے آگے ایک مستقل سوالیہ نشان لگ گیا، حبیب نے اس کا پورا ساتھ دیا تھا، کیوں؟

اس نے روتے چلاتے ہوئے سنعیہ کے ماما پاپا کو ساری ڈیٹیل بتائی تھی کہ وہ سب یونیورسٹی بوائز تھے اور یہاں تک کہ اس نے سعد کے گھر کا ایڈریس بھی بتا دیا تھا، اس کے گھر کا نمبر، اس کا نمبر بھی، سب بتا دیا تھا، حبیب کو بھی کہاں چھوڑا تھا، اس کے متعلق بھی سب راز عیاں کر دیئے۔

یہ ایک سراسر اغواء اور نکاح بالجبر کا کیس تھا، شادی کا گھر ماتم کدہ بن گیا، اس کی ماما ماجدہ مبشر کو مسلسل غشی کے دورے پڑ رہے تھے اوپر سے آس پڑوس کا خوف، رشتے داروں کی باتیں اور طنزیہ سرگوشیاں۔

ان کے گھر کبھی وہ لوگ نہ آئے تھے اس لئے بائے فیس وہ کسی کو نہ پہچان سکے مگر ان کے ناموں سے وہ آگاہ تھے اور باقی تفصیل جب دشمہ نے دے دی تو مبشر حیات نے بروقت اپنے حواس بحال رکھتے ہوئے اپنے کچھ دوستوں کو فون کیے، بات اب چھپانے والی رہی ہی کہاں تھی، جب عین نکاح کے وقت ان کی عزت کی

www.paksociety.com
digest library.com
www.paksociety.com

دھجیاں اڑ گئیں تو اب رہی سہی عزت بچا کر وہ کیا کرتے، اس لئے انہوں نے مکمل تفصیل بتائی تھی، پولیس آفیسر ان کے عزیزوں میں سے تھا ورنہ انہیں نجانے کتنے سوالات کے جوابات دینا پڑتے، مگر اس کے باوجود بھی انہیں جواب دینا پڑا تھا، پولیس آفیسر یہ یقین دہانی چاہتے تھے کہ وہ سعدیہ کی کوئی پرسنل انوالومنٹ نہ تھی، اگر بعد میں نکلی تو وہ کچھ نہ کر پائیں گے، اس کا یقین تو ماجدہ مبشر کو تھا کہ ان کی بیٹی قطعاً ایسے کسی لڑکے کے ساتھ انوالو نہیں ہو سکتی تھی مگر مبشر حیات فکر مند تھے، وہ ماں تھیں، ہمیشہ بیٹی کے متعلق اچھا ہی سوچتیں مگر حقائق سے نظر نہیں چرائی جا سکتی تھی، اپنے اس شبے کو دور کرنے کے لئے انہوں نے وشمہ کو بلایا تھا اور اس سے سوال کیا تھا کہ کہیں خدا نخواستہ سعدیہ کی تو اس لڑکے کے ساتھ؟ مگر وشمہ نے سختی سے ان کے خدشے کی تردید کی تھی اور اس نے قسم کھا کر انہیں بتایا تھا کہ یہ سب کیا دھرا سعد اور حبیب کا تھا اور سعدیہ معصوم ایک پرسنٹ بھی انوالو نہ تھی، وشمہ کے اتنے یقین سے کہنے پر ان کا دل مضبوط ہوا تھا، خدا کا شکر تھا کم از کم ان کی بیٹی تو بے قصور تھی۔

سعد کے گھر پولیس ریڈ بے کار گیا تھا کیونکہ وہاں سوائے چوکیدار اور ملازموں کے سوا کوئی نہ تھا، دوسری طرف حبیب ملک سے نکل چکا تھا اور اس کے گھر والے اس معاملے سے قطعاً بے خبر تھے، ان کے لئے یہ بہت بڑا دھچکا تھا، شاید انہیں یقین بھی نہ آتا جو مبشر حیات کے پاس وہ ویڈیو موجود نہ ہوتی۔

ویڈیو؟

شادی کی تقریب میں آنے والا ہر فرد موبائل لازماً ساتھ لاتا ہے، اب وہ روایتی کیمرہ لے کے آنے کا رواج تو ختم ہوتا جا رہا ہے اور فلمی سین جیسے گن پوائنٹ پر ہونے والے اس نکاح کو وہاں برائیڈل روم میں ایک لڑکی نے بڑی خاموشی سے مووی میں قید کر لیا تھا۔

اور اس ویڈیو میں وشمہ کو تھپڑ پڑنے سے لے کر نکاح تک اور بعد میں جب سعد نے اسے بازوؤں میں اٹھایا اور حبیب گن لے کر چوکنے انداز میں اس کے پیچھے تھا سارا سین بڑے نمایاں انداز میں کیچ کیا گیا تھا۔

اور جب یہی ویڈیو مبشر حیات نے حبیب عارف کے والدین کو دکھائی تو اس کی والدہ کا چہرہ یوں تھا جیسے انہیں ابھی اٹیک ہو جائے گا، یہ ہتھیار تھامے دھاڑتا ہوا لڑکا ان کا بیٹا تو نہیں تھا، وہ تو اتنا ٹھنڈا مزاج تھا کہ گھر میں کبھی اس کی بلند آواز بھی نہ سنی تھی کسی نے اور اب؟ اور وہ دوسرا لڑکا، جس کی آنکھیں بری طرح لال تھیں اور جس کے بازو پر بینڈیج تھی، اس لڑکے کو تو وہ بڑی اچھی طرح جانتی تھیں، یہ تو بڑا مودب اور ہنس مکھ سا لڑکا تھا ان کے حبیب کا دوست تھا اکثر وہ گھر بھی آیا کرتا تھا، انہیں تو کبھی لگا ہی نہیں تھا کہ ان کے بیٹے کی دوستی ایسے لوگوں کے ساتھ تھی جو کہ دوسروں کی عزتوں پر ہاتھ ڈالتے پھرتے تھے۔

بدقسمتی سے باقی لڑکوں کو کوئی شناخت نہ کر پایا تھا اور جب حبیب سے رابطہ کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ ہر جگہ سے غائب تھا، موبائل نمبر بند، واٹس ایپ بند، فیس بک اکاؤنٹ اور ساری سوشل سائٹس بلاک۔

اس کے والد نے تو اپنے سر کے بال نوچ ڈالے تھے، یہ کیا کیا تھا ان کے سپوت نے؟ کیا اس دن کے لئے مانگتے ہیں لوگ بیٹے؟ انہوں نے بے ساختہ مبشر حیات کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے، بھلا اس کے سوا وہ کیا کر سکتے تھے۔

وہ اس قدر شرمندہ تھے کہ ان کا بس چلتا تو

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ اپنی جان دے کر بھی سعیہ کو واپس لے آتے مگر مجبوری یہ تھی کہ ظالموں نے سارے سراغ ہی غائب کر دیے تھے، سعد کی گاڑی اس کے موبائل سب کچھ اس کے گھر سے برآمد ہو گیا تھا، آخر کار اس کے والدین سے رابطہ کیا گیا جو کہ لندن میں تھے، ان پر بھی اک قیامت ٹوٹی تھی۔

حبیب کے والدین تو شاید کسی طرح بری الذمہ ہو جاتے کہ ان کا بیٹا صرف شریک جرم تھا مگر سعد، وہ تو خود مجرم تھا اور کیا کیا تھا اس نے؟

کچھ اسلحہ بردار لڑکوں کو لے کر شادی کی تقریب میں گھس کر زبردستی اک لڑکی سے نکاح کیا تھا اور پھر......؟ اس کے آگے کے بریڈ کو ممبر غائب تھے، وہ گروپ کہاں غائب ہوا کوئی نہیں جانتا تھا۔

digest library.com

مگر سعد کے پیرنٹس پہلی فلائٹ سے واپس آ گئے تھے، مبشر حیات نا چاہتے ہوئے بھی ان سے ملنے پر مجبور تھے، حسن میر کا چہرہ زرد تھا، ان کے بیٹے نے وہ کام کیا تھا کہ وہ ساری زندگی سر اٹھانے کے قابل نہ رہے تھے، وہ مبشر حیات سے نگاہیں ملا کے بات نہ کر پا رہے تھے، کرتے بھی کیسے؟ بیٹے نے جو کارنامہ کیا تھا وہ اس لائق تھا کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے گولی مار دیتے۔

انہوں نے مبشر حیات کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے اور قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ ہر صورت اسے ڈھونڈیں گے اور اس کے بعد وہ چاہیں اس کے ساتھ کریں، وہ اف تک نہ کہیں گے، مگر یہ سب تو اس صورت میں ممکن ہو گا جب وہ اسے ڈھونڈ پاتے۔

مگر انہیں ہر صورت سعد کو ڈھونڈنا تھا، اسے مبشر حیات کی عدالت میں پیش کرنا تھا اور سب سے بڑھ کر ان کی بیٹی کو واپس لانا تھا، مگر اس سارے چکر میں وہ ایک شخص کو بھول گئے تھے اور وہ ''دانیال نواز'' تھا۔

☆☆☆

اس نے واٹس ایپ کھولا تو دانیال کا میسج تھا کہ وہ اسے واٹس ایپ پر کال کرنا چاہ رہا تھا، اس نے کال کا بٹن دبایا اور فون کان کو لگا لیا، تیسری بیل پر ہی فون اٹھا لیا گیا، دانیال بے حد پریشان تھا اور اسے بتا رہا تھا کہ اس کے پیرنٹس واپس آ چکے تھے اور سعیہ کے والدین اس کے اور حبیب کے گھر تک پہنچ چکے تھے، اسی خوف کی وجہ سے اس نے موبائل سے کال نہیں کی تھی کہ کہیں اس کا نمبر ٹیپ نہ کیا جا رہا ہو، سعد جوں جوں اس کی گفتگو سن رہا تھا اس کی پیشانی پر شکنیں بڑھتی جا رہی تھیں، معاملہ اس کی توقع سے زیادہ خراب تھا اور اس کی توقع سے جلدی بگڑ گیا تھا، اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ اتنی جلدی اتنا آگے نکل جائیں گے، اگر حسن میر نے مبشر حیات سے کوئی وعدہ کر لیا تھا تو اس کا بچنا اچھا خاصا مشکل تھا، وہ اسے ہر صورت ڈھونڈ نکالیں گے، تو اب کیا کرے وہ؟

یہ اسے خود سوچنا تھا، دوسری طرف دانیال اسے کہہ رہا تھا کہ اگر اس کے پاپا کو سیالکوٹ والے اس گھر کی لوکیشن پتہ ہے تو وہ سب سے پہلے جگہ بدلے، فوراً یہ جگہ چھوڑ دے، اس نے حامی بھر کے فون بند کر دیا، جگہ کے بارے میں اسے پریشانی نہ تھی کیونکہ اس گھر کے متعلق حسن میر آگاہ نہیں تھے، مگر یہ کوئی مستقل سلوشن نہ تھا اسے ایسا حل چاہیے تھا جو واقعی اس مسئلے کا حل ہوتا، اس دوپہر سے لے کر شام تک وہ سوچتا رہا، کبھی لیٹ جاتا کبھی اٹھ کر پھرنے لگتا، حیرت انگیز طور اس دن اس نے سعیہ کو ذرا بھی تنگ نہ کیا، جو کہ بیڈ کے ایک کونے میں گٹھڑی سی بنی لیٹی تھی، آج بھی اس نے کچھ نہ کھایا تھا مگر آج

WWW.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

سعد نے اسے کھانے کا نہیں کہا۔

رات نے چاروں طرف اپنے پر پھیلائے تو وہ ساری سستی و کسلمندی کو پرے پھینکتا اٹھا اور شاور لینے چلا گیا۔

جب وہ شاور لے کر آیا تو سعیہ ابھی بھی ویسے ہی پڑی تھی، وہ آہستہ سے اس کے پاس آ بیٹھا، وہ ذرا سا چونکی اور پھر پیر سمیٹ لئے۔

''سعیہ!'' اس نے نرمی سے بلایا۔

''ہوں۔'' اس نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھا ہوا تھا، اسی طرح بولی تھی۔

''اٹھو میری بات سنو۔''

وہ آنکھوں سے بازو ہٹاتی اٹھ بیٹھی، اس کے بال اس کے گالوں کے گرد پھیل گئے تھے، اس کی آنکھیں بجھی ہوئی اور اداس تھیں اور اس کی صحت پہلے سے خاصا گر گئی تھی، وہ کمزور نظر آتی تھی۔

سعد کے اندر کچھ ٹوٹا تھا، اس نے کبھی ایسا نہیں چاہا تھا، وہ تو اسے خوش رکھنا چاہتا تھا، خوش دیکھنا چاہتا تھا مگر وہ ناکام ہو گیا تھا، اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے بات شروع کی۔

''میں جانتا ہوں میں نے کچھ اچھا نہیں کیا، مگر میں مجبور تھا، یقین کرو شاید میں اپنے آپ کو تم تک آنے سے پہلے ختم کر دیتا اور......'' وہ اک لمحے کو رکا اور اس کا چہرہ دیکھا، وہ مجبوری سے اس کی بات سن رہی تھی اور اس کے چہرے پر واضح بے زاری نظر آتی تھی۔

''اگر اس رات حبیب نہ ہوتا تو شاید میں اب تک یوں تمہارے سامنے نہ ہوتا، اس رات میں نے خود کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی، میں نے خودکشی کر لی تھی۔'' اس کے انداز میں اذیت تھی اور وہ اپنے بازو کو دیکھ رہا تھا جس پر سات لمبی لکیریں تھیں اس نے سات جگہ سے اپنی کلائی پر کٹ لگائے تھے، سعیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور ان میں بے پناہ خوف بھر گیا، اس نے بے یقینی سے سعد کو دیکھا، سعد نے خاموشی سے اس کے سامنے بازو کر دیا، سعیہ نے اس کے بازو کو دیکھا تو ایک بار پھر چونکی، یہ بازو تو اس کا بینڈیج میں رہا تھا کتنے ہی دن، اسے یاد آیا۔

''حبیب نے مجھے بچایا اور پھر، خیر آگے کی کہانی سے تم واقف ہو، میں تمہیں اپنی محبت کا یقین دلانے کی کوشش نہیں کرتا کیونکہ میں جانتا ہوں میں نے جتنا بڑا تمہارا نقصان کیا ہے اس کے بعد میری کسی بھی بات پر تمہیں یقین نہیں آئے گا، اس لئے آج میں تمہارے پاس ایک ایگریمنٹ لے کر آیا ہوں۔''

''کیسا ایگریمنٹ؟'' وہ چونکی۔

''ہم دونوں نے بزنس پڑھا ہے، ہم جانتے ہیں بہت اچھے سے کہ زندگی Give and take کے اصول پہ چلتی ہے، میں چاہتا ہوں تم میرے ساتھ ایک منتھ گزارو، بالکل اسی نارمل طریقے سے جس طرح سارے ہسبنڈ وائف رہتے ہیں، میں بھی تم سے بات کر سکوں اور تم میری بات سنو، بیزاری سے نہیں شوق سے، تم میرا خیال رکھو، تم میرے لئے مسکراؤ، ہاں سونی میں تمہیں مسکراتا دیکھنا چاہتا ہوں، مگر بے فکر رہو یہ سب صرف ایک مہینے کے لئے ہو گا، اس کے بعد......'' وہ آہستہ سے رکا۔

''اس کے بعد میں تمہیں واپس چھوڑ آؤں گا۔'' اس نے مضبوطی سے کہا، اس نے بے یقینی سے سعد کا چہرہ دیکھا۔

''اور اگر تم اپنی بات سے پھر گئے تو؟'' اس کے لہجے میں بے یقینی بول رہی تھی۔

''میں حلف دینے کو تیار ہوں۔'' وہ تیزی

www.paksociety.com

www.paksociety.com

سے بولا۔

"نہیں حلف نہیں مگر تم وعدہ کرو کہ......" وہ بات مکمل بھی نہ کر پائی تھی کہ سعد نے اس کا ہاتھ تھام لیا، اپنے دونوں ہاتھوں میں بہت مضبوطی سے۔

"میں وعدہ کرتا ہوں سعدیہ، میں تمہیں واپس چھوڑ آؤں گا، تم جو بھی فیصلہ کرو گی مجھے قبول ہوگا، میں صرف تمہارے ساتھ کچھ پل خوشی کے گزارنا چاہتا ہوں، کچھ ایسے لمحے جو ہمیشہ مجھے سکون دے سکیں، کچھ یادیں اکٹھی کرنا چاہتا ہوں سونی، مسکراتی ہوئی محبتوں سے لبریز یادیں، جو ہمیشہ مجھے خوش کر دیں، میں تمہارے ساتھ اس ایک مہینے میں اپنی ساری زندگی جینا چاہتا ہوں سعدیہ۔" اس کی آواز شدت جذبات سے مغلوب ہو رہی تھی، سعدیہ نے امید کی اس کرن کو کھونے نہ دیا۔

"مجھے منظور ہے۔" وہ بے ساختہ بولی تھی۔

☆☆☆

وہ دونوں اس وقت شاپنگ کے لئے آئے ہوئے تھے، اتنے دنوں بعد باہر نکل کر سعدیہ کو بھی فریش فیل ہو رہا تھا، اسے باہر لے کر آتے ہوئے سعد نے اسے بس اتنا ہی کہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں تم میری پسند پہنوں اوڑھو بس۔" اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، سعدیہ نے بس دھیمے سے سر ہلا دیا تھا، مگر شاپنگ سنٹر میں آ کر سعد نے سب کچھ اس پر چھوڑ دیا مگر وہ اسے چوائس میں ہیلپ کرتا رہا، سعدیہ تھوڑی الجھی محسوس ہوتی تھی اسے مگر وہ خاموشی سے نظر انداز کرتا رہا، کیونکہ اس کے سوا اس کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا، وہ اس کی جھجک کا ماخذ سمجھ رہا تھا۔

شاپنگ کر کے جب وہ لوٹے تو رات گہری ہو چکی تھی، وہ اسے فریش ہونے کا کہہ کر خود کافی بنانے چلا گیا، سعدیہ سر ہلاتی باتھ لینے چلی گئی، جب وہ کافی بنا کر لایا تو وہ ڈریسنگ کے آگے براجمان تھی، اس نے سائیڈ ٹیبل پر کافی کا مگ رکھتے ہوئے اسے دیکھا تو دل کھل اٹھا تھا، وہ سفید فراک میں ملبوس تھی جو کہ اس کے گھٹنوں کو چھو رہی تھی، اس کے ساتھ ریڈ دوپٹہ تھا جو اس نے سر پہ لیا ہوا تھا، وہ اس کے قریب چلا آیا، وہ دونوں کلائیوں میں چوڑیاں پہن رہی تھی، سرخ چوڑیاں، وہ خاموشی سے ڈریسنگ سے ٹیک لگائے اسے دیکھتا رہا، بعض منظر بیان کی حد سے باہر نکل جاتے ہیں، اس لئے وہ بیان کرنے سے قاصر تھا کہ اسے کیا محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے نظر اٹھا کر سعد کو دیکھا تو اس کے چہرے پہ واضح گھبراہٹ عیاں تھی، سعد کی نگاہوں میں انس اور نرمی تھی، اس نے احتیاط سے قدم آگے بڑھایا اور سعدیہ کو دونوں شانوں سے تھام لیا، پھر بہت آہستگی سے مخاطب ہوا تھا۔

digest library.com

"مجھے ایک اجازت چاہیے سعدیہ؟"

"کیسی اجازت؟"

"میں تمہارے ساتھ گزرے ہر لمحے کو کیمرے میں مقید کرنا چاہتا ہوں، میں یادوں کا یہ سرمایہ اکٹھا کرنا چاہتا ہوں سونی، میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ان تصاویر کو ہمیشہ سیکرٹ رکھوں گا، نہ تو کسی کو دکھاؤں گا اور نہ ہی کسی اور طریقے سے تمہارے خلاف استعمال کروں گا۔" اس کا لہجہ مضبوط اور یقین دلانے والا تھا۔

سعدیہ نے بس ہاں میں سر ہلا دیا، سعد کا چہرہ روشن ہو گیا، اس نے بے ساختہ سعدیہ کو اپنے ساتھ لگایا اور دوسرا ہاتھ اونچا کر کے اس لمحے کو قید کر لیا۔

پھر وہ اسے لے کر بیڈ پہ آ گیا، بیڈ پہ اسے

WWW.PAKSOCIETY.COM

بٹھا کر اس نے سائیڈ ٹیبل کا دراز کھولا اور اندر سے ایک چیک بک نکالی، پھر ایک چیک جو کہ تیار تھا، الگ کیا اور اس کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ کیا ہے؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''یہ تمہارے حق مہر کا چیک ہے، اب جبکہ ہم دونوں ایک باقاعدہ تعلق میں بندھنے جا رہے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ تم پہ کوئی بھی حق استعمال کرنے سے پہلے اپنا فرض ادا کروں، حق مہر میرا فرض ہے اس لئے میں اسے ادا کرتا ہوں۔'' اس نے چیک سعدیہ کی طرف بڑھایا، سعدیہ کا چہرہ سفید تھا۔

''مجھے یہ نہیں چاہیے۔'' اس کی آواز مدھم تھی۔

''میں جانتا ہوں، مگر یہ تمہارے کام آئیں گے اور یہ تمہارا حق ہے سونی، میں فرائض کی ادائیگی کے بغیر تم سے حقوق کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتا ناں۔'' وہ اب معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

سعدیہ کے گال تمتما اٹھے، اس نے خاموشی سے چیک پکڑا اور اسی دراز میں پھر سے ڈال دیا۔

کافی کے مگ سے اٹھتی بھاپ اب بتدریج کم ہوتی جا رہی تھی، اس نے کمرے کی روشنی مدھم کر دی، اب کمرے میں ہلکی نیلی روشنی تھی اور سعدیہ کے گالوں پہ جیسے چراغ جل رہے تھے، سعد کھڑکیوں کے پردے گرا رہا تھا۔

تم ابر گریزاں ہو
میں صحرا کی مانند ہوں
دو بوند جو برسو گے
بیکار میں برسو گے
ہے خشک بہت مٹی
ہر سمت بگولے ہیں
اٹھتے ہی تو شعلے ہیں
تم کھل کے اگر برسو!
تو صحرا گلستاں ہو
ہم تم سے کہیں کیسے
تم ابر گریزاں ہو
جل تھل اگر تم کر دو
تن من میں نمی کر دو
ہے خشک بہت مٹی
پوری جو کمی کر دو
پھر تم کو بتائیں گے
تم میری محبت ہو!

نیند میں بھی اس کا چہرہ سچائی کا مظہر تھا، اس کے چہرے پہ افسردگی اور تھکن تھی اور وہ بے سدھ ہو کر سو رہی تھی، حالانکہ وہ اس کے بالکل پاس تھی اس کے ساتھ تھی، یوں کہ اس نے سعدیہ کا سر اپنے بازو پہ رکھا ہوا تھا اور اسے بڑی مضبوطی سے اپنے حصار میں جکڑا ہوا تھا مگر کہیں نہ کہیں وہ خود بھی اداس تھا اور ذہن میں بس ایک یہی سوچ تھی۔

''کاش یہ سب یوں نہ ہوا ہوتا۔''

پچھتاوا سا پچھتاوا تھا۔

☆☆☆

محبت میں دکھ کے سوا رکھا ہی کیا ہے محسن
وہ مل بھی جائے تو جدائی کے اندیشے مار دیتے ہیں

وہ اس وقت چناب کے کنارے موجود تھے، رات کا وقت تھا اور چناب کے پانیوں پہ روشنیوں کا عکس بڑا دلکش تھا، وہ خاص طور پر آج اسے ادھر لے کر آیا تھا، ایک لمبا چوڑا آرڈر کرنے کے بعد وہ اوپن ائیر میں بیٹھے تھے، سعد مسلسل بول رہا تھا، اسے آج پتا نہیں کہاں کہاں کی باتیں یاد آ رہی تھیں، سعدیہ خاموشی سے اس کی باتیں سن رہی تھی، کبھی کبھار وہ کوئی جملہ بول دیتی، آج وہ

digest library.com

کافی دنوں بعد پرسکون نظر آتی تھی۔
"سعد! کیا اس پانی میں بندہ ڈوب جاتا ہے؟" اس نے جناب کے پانیوں پہ نظر جمائے اس سے سوال کیا تھا، وہ بھرپور طریقے سے چونکا تھا۔
"اگر بچانے والا ساتھ ہو تو نہیں۔" وہ اعتماد سے بولا، سعیہ نے اک لحظے کو اسے دیکھا اس کا چہرہ کتنا خوبصورت تھا اور آج کل وہ کتنا خوش رہتا تھا، بقول اس کے وہ اپنی زندگی جی رہا تھا، یادیں اکٹھی کر رہا تھا، وہاں بھی سعد نے اپنی اور اس کی بے تحاشا تصاویر لی تھیں۔
وہ مطمئن تھا کیونکہ سعیہ اب اس کے ساتھ نارمل دکھائی دیتی تھی، وہ اس کے باتیں تو نہیں کرتی تھی مگر اس کی باتیں ضرور سنتی رہتی تھی اور اب وہ اسے ناشتہ بنا کے بھی دیتی تھی، وہ بے حد خوش ہوتا تھا ایک ایک نوالے پر اس کی تعریفیں کرتا اور پھر ضد کر کے بہت پیار سے چند نوالے خود اسے کھلاتا تھا اور جب وہ شاور لے کر آتی تو اسے پاس بٹھا لیتا، اس کے بالوں کی لٹیں اپنی انگلی پہ لپیٹ کے اسے دیکھتا جاتا، وہ اتنی با اعتماد سی لڑکی کنفیوژ ہو جاتی اور جب اس سے سوال کرتی کہ وہ ایسے کیوں دیکھ رہا ہے تو وہ بس مسکرا کے اس کی پیشانی چوم لیتا۔
بہت سی باتوں کے جواب میں اس کا یہی ری ایکشن ہوتا تھا جو کہ سعیہ کو خاصا حیران کر دیا کرتا تھا۔
ایک دن وہ اس کے لئے ڈھیروں گلاب لے کر آیا تھا اور پھر بہت خوبصورتی سے اس کے بالوں میں سجائے تھے اور پھر اسے اس پہ بے تحاشا پیار آیا تھا، وہ اس کی بے تابیاں سہتی گلابوں سے بجی گلاب رنگ ہی ہوتی جاتی تھی۔
مگر خوش آئند بات یہ تھی کہ سعد کو اب سعیہ کا رویہ بدلا ہوا محسوس ہوتا تھا وہ اب جیسے اس کو قبول کر چکی تھی، اب وہ کبھی کبھار اس کی معصوم شرارت پہ ہنس بھی دیتی تھی اور ہاں اب وہ اس کی باتوں پہ چپ نہیں رہتی تھی وہ ایسے مزے لے لے کر تنگ کرتی تھی، اسے یاد دلاتی تھی کہ وہ یونیورسٹی میں کتنا اکڑو اور بدتمیز تھا، وہ آگے سے شرمندہ ہوئے بغیر ہنس دیتا تھا اور اسے بتاتا تھا کہ وہ اس کے عشق میں کسی کام کا نہیں رہا ورنہ اک زمانے میں لڑکیاں اس پہ مرتی تھیں اب وہ خود اس پہ مرتا تھا، وہ آگے سے سرخ پڑ جاتی۔
کبھی کبھار وہ اس سے عجیب سی فرمائشیں کرتا، کہتا بہت سر درد ہے سر میں مالش کر دو اور ایک دفعہ تو اس نے حد ہی کر دی آدھی رات کو تکلیف سے کراہتا اٹھ بیٹھا کہ اس کے شولڈرز میں پین تھا وہ اس کے شولڈرز دباتی رہی پھر مالش بھی کی، پھر وہ اس کی گود میں ہی سر رکھ کر سو گیا، سعیہ نے بھی اسے تنگ نہ کیا کہ اس بے چارے کو اتنا درد تھا کہ اب وہ اتنی مشکل سے سویا تھا، اس نے کمبل اس پہ درست کیا اور خود بھی ویسے ہی آنکھیں بند کر لیں۔
ایک دن وہ موبائل پہ لگا تھا اور سعیہ ویسے ہی اس کے پاس بیٹھی تھی جب اس نے موبائل سعیہ کی طرف بڑھا دیا۔
"تمہیں بھی تو کینڈی کرش پسند ہے نا، چلو تم کھیلو۔" اس نے کہتے ہوئے سعیہ کو کھینچ کر اپنے سینے سے اس کی پشت ٹکا دی اور کمبل درست کر دیا، چند لمحے تو وہ ساکت سی رہی، کیا انداز تھا، یعنی کہ وہ سعد کے سینے سے پشت ٹکا کر نیم دراز تھی اور سعد نے دونوں بازو اس کے گرد لپیٹ رکھے تھے اور ٹھوڑی اس کے سر پہ ٹکائی ہوئی تھی اور موبائل اس کے ہاتھ میں دیئے اس کے کھیلنے کا انتظار کر رہا تھا، وہ کچھ ہچکچا کر کھیلنے لگی اور

سعد کے لبوں پہ بے ساختہ گہری مسکراہٹ آ گئی وہ اسے اب تنگ کر رہا تھا، وہ صحیح موو لیتی تو الٹا مشورہ دیتا اور غلط موو لیتی تو ہنستا، وہ بھی اب انجوائے کر رہی تھی، واقعی یہ گیم دانیال کے علاوہ وہ چاروں کھیلتے تھے اور ہمیشہ ایک دوسرے کے ریکارڈ بریک کرتے رہتے تھے۔

اب وہ وقفے وقفے سے اس کے بال اس کا ماتھا اور اس کے گال چوم رہا تھا۔

وہ واقعی جھلا تھا ہر روز دن گنتا تھا اور کتنا اداس ہو جاتا تھا کہ اس کے پاس سعدیہ بہت کم مدت کے لئے رہ گئی تھی، جیسے جیسے دن گزر رہے تھے سعد کی آنکھوں میں اک مستقل اداسی اور بے چینی نظر آتی تھی اور اس کی شدتیں بڑھتی جا رہی تھیں۔

digest library.com

یہ ایک مہینے اور گیارہ دن بعد کی بات تھی جب حسن میر کے گھر کا دروازہ کھلا اور ہموار انداز میں ایک سیاہ کار روش پر پھسلتی ہوئی پورچ میں آ رکی، اوئل دسمبر کے دن تھے اور حسن میر اپنی مسز نائلہ میر کے ساتھ لان میں بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے، پھر کار کے اگلے دروازے کھلے اور سعد اور سعدیہ باہر نکل آئے، حسن میر کے ہاتھ میں چائے کا کپ لرز گیا، انہوں نے تیزی سے کپ میز پہ رکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے نائلہ کا چہرہ سفید ہو گیا تھا انہوں نے بھی حسن کی پیروی کی اور کھڑی ہو گئیں۔

سعد اور سعدیہ اب ان کے قریب آتے جا رہے تھے، یہ سعد تھا؟ ان کو یقین نہ آیا تھا وہ بے حد کمزور دکھائی دیتا تھا مگر اس کی آنکھوں میں چمک تھی اور اس کے ساتھ وہ پیاری سی لڑکی تھی، ہاں وہ سعدیہ ہی تھی۔

''السلام علیکم پاپا، ماما!'' اس نے قریب آ کر یوں سلام کیا جیسے روز کا معمول تھا اس کے انداز میں کوئی شرمندگی نہ تھی نہ ہی وہ اوور ایکٹ کر رہا تھا، وہ بہت پرسکون دکھائی دیتا تھا اور اس کا لہجہ بہت ہموار تھا۔

اور اس کے اس اطمینان نے حسن میر کو طیش دلا دیا تھا وہ دانت بھینچے آگے بڑھے اور اسے کندھے سے تھام لیا۔

''تم...... تم سعد! تمہیں احساس ہے کہ تم کیا کر کے آئے ہو اور تم یوں ری ایکٹ کر رہے ہو جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، تم...... بے غیرت انسان۔'' انہوں نے بے قابو ہوتے ہوئے الٹے ہاتھ کا تھپڑ اس کے چہرے پہ مارا تھا، نائلہ دہل سی گئیں، وہ آگے سے کچھ نہ بولا، بس اسی طرح کھڑا رہا۔

''کتنا ظلم کیا ہے تم نے، تمہیں اندازہ ہے اپنے خاندان کی عزت سے کھیلا ہے تم نے، ایک شریف اور عزت دار خاندان کو منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا تم نے بے شرم انسان، کیوں واپس آئے ہو، چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جاتے، کم از کم میں تو لوگوں کی جواب دہی سے بچ جاتا، میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا، اتنا ہی اندھا کیا ہوا تھا عشق نے تو مجھے بتاتے، عزت سے ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگ لیتے، ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں تو ان کا تماشا نہ بنتا، ان کی عزت کا جنازہ نہ نکلتا، تمہیں ذرا خیال نہ آیا سعد، ایک بار تو سوچتے کیا کرنے جا رہے ہو۔'' وہ غضبناک ہو کر دھاڑ رہے تھے، وہ خاموشی سے نظریں جھکائے کھڑا رہا۔

''نائلہ! مبشر صاحب کو فون کریں۔'' وہ پھولے تنفس کے ساتھ پیچھے ہٹے اور نائلہ کو مخاطب کیا وہ فوراً سے اندر کی طرف بڑھیں۔

''تم دفع ہو جاؤ یہاں سے، فی الحال میں تمہاری صورت نہیں دیکھنا چاہتا۔'' انہوں نے

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر تسلی سے کہا۔
سعد کی ساکت وجود میں جنبش ہوئی اور وہ اندر کی طرف بڑھ گیا، اس نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا اگر مڑ کر دیکھ لیتا تو پتھر کا ہو جاتا۔

☆☆☆

اس کے بعد کی کہانی میں صرف معافی تلافی تھی، جو کہ حسن میر مسلسل مبشر حیات سے مانگتے تھے، مبشر حیات اور ماجدہ وہاں آ کر سعدیہ کو لے گئے تھے اور فی الحال معاملہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا تھا، مگر دونوں خاندان اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ وہ اس زبردستی کے بنائے گئے رشتے کو اتنی آسانی سے ختم نہیں کر سکتے تھے، یہ ایک بات تھی کہ نائلہ اور حسن کو سعدیہ اتنی پسند آ گئی تھی کہ وہ ہر دوسرے دن اس سے ملنے چلے آتے تھے، جو کہ خاموشی سے اپنے کمرے میں وقت گزارتی تھی اور جب وہ ماجدہ سے ملی تو اس نے اتنا ہی کہا تھا۔

''سعد میرا دوست تھا ماما، یونیورسٹی کے چار سال ہم نے اکٹھے گزارے اور مجھے اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ وہ میرے بارے میں دوستی سے ہٹ کر سوچتا تھا، اب سمجھ میں آتا ہے ماما کہ کیوں اللہ تعالیٰ مرد و عورت کا آزادانہ میل جول پسند نہیں کرتا، کیوں وہ کہتا ہے کہ دوستی کی کوئی بھی قسم مرد و عورت کو بدکاری اور فحاشی کی طرف ہی مائل کرے گی۔'' اس کے لہجے میں آگہی کا کرب تھا۔

''وہ کتنا صحیح کہتا ہے نا ماما؟''

''اور بات میں اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہے؟''

''کیسے ممکن ہے کہ مرد و عورت کی دوستی میں جنس نہ آئے، اس کا فیصلہ تو اللہ نے ازل سے کر دیا تھا نا، جب وہ قرآن میں یہ کہتا ہے کہ

''عورتیں مردوں سے نرمی سے بات نہ کریں ورنہ ان کے دل میں روگ پیدا ہو جائے گا'' یہ روگ، یہ خیال ہی تو گندگی ہے جو نہ دل کو پاکیزہ رہنے دیتا ہے نہ اعمال کو۔'' وہ اب آنسوؤں سے رو رہی تھی۔

''میں سوچتی رہی کہ آخر میری غلطی کیا تھی؟ ایسا کون سا گناہ کیا تھا میں نے جو مجھ پر یہ قیامت ٹوٹی، تو مجھے احساس ہوا کہ میں معصوم نہیں تھی، مسلسل چار سال اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتی رہی، اس کو جھٹلاتی رہی، مجھے اب پتا چلا کہ ہم جب اس کو رد کرتے ہیں تو در حقیقت ہم اپنے لئے گڑھا کھودتے ہیں۔'' وہ بس روتی جاتی تھی اور ماجدہ اپنی لاڈلی کو سینے سے لگائے اسے چپ کرواتی تھیں۔

digest.library.com

☆☆☆

میں ایک ادھ مرے ماحول میں زندہ ہوں
میرے سینے میں کوئی ان دیکھی وحشت ہے
پیاس ہے، تیرا غم ہے
اور ویرانی ہے
میں جس دھندلے سپنے میں قید ہوں
وہاں میں تنہا نہیں ہوں
صدیوں کی خاموشی ہے
تیری پیاس ہے، تیرا غم ہے
اور ویرانی ہے
میں نے آرزوؤں کی پامالی کے بدلے
جو متاع بچالی تھی
وہ ایک خلش ہے، ایک رنجش ہے
ایک مسلسل بے کلی جو مجھے راس ہے
تیرا غم ہے
اور......!!!
ویرانی ہے

آج بہت دن بعد وہ گھر سے باہر نکلی تھی،

WWW.PAKSOCIETY.COM

ورنہ اس کا دل کب کرتا تھا کہیں جانے کو، بے مقصد سڑکوں پہ گاڑی دوڑاتے وہ صرف اور صرف اس زندگی کے بارے میں سوچ رہی تھی جو اب اسے گزارنی تھی۔

لوگوں کے سوالات سے بچتے ہوئے، چھپاتے ہوئے اور شاید کہیں نہ کہیں اس گزرے ایک مہینے کو بھی یاد کرنا اس کا نصیب بن چکا تھا، امی ابو نے سب کچھ اس کی مرضی پہ چھوڑ دیا تھا کہ وہ جو بھی فیصلہ کرتی وہ اسے قبول کرتے۔

''فیصلہ؟''

تو کیا فیصلہ کرے وہ؟ وہ الجھی سی واپس آئی تھی۔

اور اس شب اس نے دو رکعت نفل حاجت پڑھ کر رو رو کر اللہ سے دعا مانگی تھی کہ وہ اسے کسی فیصلے پر پہنچا دے اور اگلی صبح اسے اللہ کا فیصلہ مل گیا تھا۔

جس دن سے وہ واپس آئی تھی، سعد نے اس سے کوئی رابطہ نہ کیا تھا، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا، ایک مہینے کے بعد وہ اسے واپس چھوڑ گیا تھا اور فیصلہ اس پہ چھوڑ دیا تھا، اس شب اس نے سعد کو میسج کیا۔

''کیسے ہو؟'' مختصر سوال۔

''ٹھیک، تم کیسی ہو سونی؟'' فوری جواب آیا تھا۔

''میں بھی ٹھیک ہوں۔'' اس نے لکھا۔

''یہ تو بہت اچھی بات ہے، اللہ تمہیں ہمیشہ مسکراتا رکھے۔'' اس کے والہانہ انداز، سعیہ کی مسکراہٹ اداس تھی۔

''کیا کر رہے ہو؟'' اس نے بات بڑھانے کی غرض سے پوچھا۔

''یہ کر رہا ہوں؟'' اس نے کہا ساتھ ہی اسکرین پہ سعیہ کا روشن چہرہ ابھرا، سعیہ کا دل لرز اٹھا، وہ اس کی تصویر دیکھ رہا تھا وہ واقعی پگلا تھا۔

''اک بات کہوں؟'' اس نے کہا۔

''کہو۔'' وہ بے تابی سے بولا۔

''کیا تم میری ایک فرمائش پوری کرو گے؟'' چیلنج بھرا انداز۔

''ضرور، تم کہو۔''

''ملنے آ سکتے ہو؟'' دوسری طرف غالباً اسے سکتہ ہو گیا تھا، پھر اس کا فوراً جواب چمکا۔

''اس وقت؟'' غالباً وہ حیران تھا۔

''ہاں۔'' اس نے اطمینان سے کہا۔

''اوکے۔'' فوراً سے گلا جواب آیا اور ٹھیک نو منٹ بعد اس کے بیڈ روم کے دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی اسے یقین نہیں آیا، اس نے فوراً دروازہ کھولا تو وہ دروازے میں کھڑا تھا، آف وائیٹ شرٹ اور بلیک پینٹ میں بکھرے بالوں سمیت، غالباً وہ بیڈ سے اٹھ کر آیا تھا، سعیہ نے آہستہ سے پیچھے ہٹ کر اس کے لئے راستہ چھوڑ دیا، وہ اندر آ گیا، سعیہ نے دروازہ بند کر دیا، کچھ لمحے خاموشی کی نظر ہوئے، پھر اس نے ہمت کر کے سعد کو دیکھا جو اسے دیکھتا جا رہا تھا۔

''بیٹھ جاؤ نا۔'' اس کے انداز میں جھجک تھی۔

وہ ایک طرف پڑی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا اور سعیہ بیڈ پہ ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئی، اسے لفظ جوڑنا تھے اسے بات کرنا تھی، مگر کہاں سے شروع کرے، سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

''میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔'' وہ بدقت بولی تھی۔

سعد کا چہرہ لمحوں میں سفید پڑ گیا، اس نے سعیہ کو یوں دیکھا جیسے کوئی صدیوں کا پیاسا، پانی کو دیکھتا ہو، پھر وہ یکلخت اپنی جگہ سے اٹھا اور اس

کے پیروں میں آن بیٹھا، اس نے دونوں ہاتھ سعدیہ کے گھٹنوں پہ رکھے اور اس کے آگے جھک گیا۔

"تم جو بھی فیصلہ کرو سونی، مگر میری ریکوئسٹ ہے اس سے پہلے مجھے معاف کر دینا۔" اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے اور اس کے ہاتھوں کے نیچے اس کی ٹانگیں لرز اٹھیں۔

"سعد!" اس نے سسکی سی لی اور دونوں ہاتھ سعد کے شانوں پہ رکھ دیئے۔

"میں نے تمہیں معاف کیا سعد۔" وہ اس کے بالوں پہ گال رکھے رو رہی تھی۔

"مجھے پتہ نہیں تھا کہ مجھے کیا فیصلہ لینا ہے، فیصلہ تو اللہ نے کروایا مجھ سے، اس نے اس نے مجھے امید کی کرن دی ہے سعد۔" اس کی سسکیاں بے اختیار تھیں۔

"ایک ماہ اکیس دن پہلے جس کالی رات میں، میں نے خود کو پایا تھا، اس تاریک شب کی سحر ہو گئی ہے سعد، وہ آ رہا ہے، اللہ نے اسے مجھے عطا کیا ہے، وہ تمہارا خون ہے مگر مجھے اسے اپنی سانسوں میں سینچنا ہے، اس کے بعد میں کیا فیصلہ لے سکتی تھی، فیصلہ تو اللہ نے کر دیا نا۔" وہ شدت جذبات کے اس دور سے نکل کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی، مگر اس کے گال ابھی بھی بھیگ رہے تھے، جنہیں وہ ہتھیلیوں سے صاف کرتی تھی۔

سعد کسی پتھر کے بت کی مانند ساکت تھا، پھر اس میں حرکت ہوئی اور وہ تڑپ کر اٹھا اور اسے شانوں سے تھام لیا۔

"سونی، تم سچ کہہ رہی ہو؟" شدت جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور اس کی آنکھیں نم تھیں۔

اس نے بے ساختہ اثبات میں سر ہلایا، سعد نے اسے بے قراری سی اسے خود میں سمو لیا،

"سونی میری جان، میری سعدیہ۔" وہ والہانہ انداز میں اس پہ نثار ہو رہا تھا اور جب ان کے اشک تھمے تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر بے ساختہ ہنس پڑے۔

سعدیہ نے سچ ہی تو کہا تھا، جس طرح ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے اسی طرح ہر تاریک شب کی امید سحر بھی ضرور ہے، ان دونوں کو بھی اک چمکتا جگنو مل گیا تھا۔

مگر راستہ اتنا آسان بھی نہیں تھا، اسے ابھی سب کو منانا تھا، ممی پاپا، سعدیہ کے پیرنٹس سے معافی مانگنا تھی، حبیب کے پیرنٹس کو منانا تھا، دانیال کا شکریہ ادا کرنا تھا اور سب سے بڑھ کر اس بھگوڑے حبیب کو واپس بلانا تھا جو بے چارہ اس کی دوستی میں مارا گیا تھا اور دو مہینوں سے ایک مفت کی جلاوطنی بھگت رہا تھا، مستزاد سارے دوستوں اور گھر والوں سے بھی کٹا ہوا تھا۔

اور سب سے بڑھ کر ان سب انسانوں کو ادھر ہی چھوڑ کر اسے رب کائنات کے آگے بھی جھکنا تھا جس کی منشاء کے بغیر یقیناً یہ ممکن نہ ہو پاتا۔

☆☆☆

digest library.com

"اعتزاز"

اُم مریم اپنی شادی کی مصروفیات کی وجہ سے اس ماہ آپ کے پسندیدہ ناول "دل گزیدہ" کی قسط لکھ نہ پائی، انشاء اللہ آئندہ ماہ "دل گزیدہ" کی قسط شامل اشاعت ہو گی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM